

غلامی

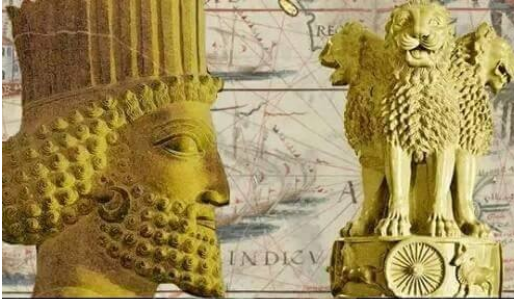
انسانیت بمقابلہ اسلام

مذہب کے ہاتھوں انسانیت کو لہو لہو دیکھ کر
کہیں آپ ناموسِ مذہب کی خاطر
انسانیت کا ہاتھ تو جھٹک نہ دیں گے؟

پیشکش
پاکستانی فری تھنکرز فیس بک گروپ

انسانیت کے علمبرداروں نے فقط انسانیت کے نام پر غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر ڈالا تھا

اسلام عذر خواہ بہانہ بناتے ہیں کہ خدا نے غلامی کو اس لئے ختم نہیں کیا کیونکہ اُس زمانے میں یہ ممکن نہیں تھا۔ تو ان عذر خواہوں کو انسانیت کے نام لیوا عظیم سپہوتوں کو دیکھنا چاہیے جنہوں نے کسی خدا کے نام پر نہیں، بلکہ فقط انسانیت کے نام پر غلامی کا خاتمہ کر ڈالا:



The world's first Buddhist ruler, Emperor Ashoka, who ruled India from 274-232 BCE, was the first ruler in human history to ban slavery, the death penalty, animal cruelty, and deforestation. He even advocated gender equality in education and religious institutions.

• اسلام کی آمد سے ایک ہزار سال قبل ہی (جب معاشرہ زیادہ تاریکی میں ڈوبا تھا) مہاتما بدھ نے مذہب کے نام پر نہیں، بلکہ فقط "انسانیت" کے نام پر غلاموں کا دکھ محسوس کرتے ہوئے غلامی کے خلاف تعلیمات دیں اور جب ان کے پیروکار اشوکا کو حکومت ملی تو اس نے غلامی کے نظام کا تقریباً خاتمہ کرتے ہوئے غلاموں کی تجارت اور ان کے بازاروں پر پابندی لگادی۔ اشوکا کے بعد بھی اصلاحات کا عمل جاری رہا

اور بعد میں آنے والی بدھ حکومتوں نے صرف اپنی عقل اور انسانیت کے جذبے کے تحت غلامی کے نظام کو مضارعت (مزدوری Serfdom) کے نظام میں تبدیل کر ڈالا اور یوں غلاموں کو وہ تمام وہ حقوق دے دیے جو کہ ایک آزاد شخص کو حاصل ہوتے ہیں۔

مگر پھر 900 سال بعد مسلمان ہندوستان پر قابض ہوئے اور انہوں نے پھر سے ہندوستان میں غلامی کے بازاروں کو جاری کر دیا (نیک)۔

یاد رہے کہ مہاتما بدھ خود ملحد / اگناسٹک تھے اور کسی خالق ہستی کو نہیں مانتے تھے اور نہ ہی یہ مانتے تھے کہ کسی خالق نے کوئی دین / مذہب فرشتوں یا اوتاروں / نبیوں کے ذریعے انسانوں تک بھیجا ہے، بلکہ ان کا کہنا تھا کہ انسانوں کو خود اپنی عقل سے "غیر مذہبی نظام" تشکیل دینا ہے۔ چنانچہ بدھانے کبھی اپنی تعلیمات کو کسی خدا سے منسوب نہیں کیا، بلکہ یہ کہا کہ انسانی عقل سے انتہائی غور و فکر کے بعد وہ یہ تعلیمات دے رہے ہیں۔

• پھر قبل مسیح کے زمانے میں ہی چین میں قن اور خن نامی دو خاندان گذرے۔ اور انہوں نے بھی کسی الہامی مذہب کے نام پر نہیں، بلکہ فقط "انسانیت" کے نام پر غلامی کا خاتمہ کیا ([لنک](#))۔

• ایران کے بادشاہ سائرس اعظم (کوروش اعظم) کا زمانہ تو مہاتما بدھ سے بھی قبل کا ہے۔ مگر اس نے بھی فقط انسانیت کے نام پر ہی غلامی کے خاتمے کے لیے بے تحاشہ کام کیا ([لنک](#))۔ حتیٰ کہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں خود ایران کے اس بادشاہ کی غلامی اور انسانیت کے حوالے سے بھرپور تعریفیں کرتے ہوئے لکھا:

Cyrus was praised in the [Tanakh](#) ([Isaiah 45:1–6](#) and [Ezra 1:1–11](#)) for the **freeing of slaves, humanitarian equality** and costly reparations he made

Reference:

https://en.wikipedia.org/wiki/Cyrus_the_Great

اسلام دور دور تک غلاموں کے حقوق کے حوالے سے ان انسانیت کے نام لیواؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ انسانیت کا نام لیوا بدھ تو بہت عظیم تھا، اسلام تو غلاموں کے حقوق کے حوالے سے اپنے سے قدیم اہل کتاب مذاہب یہود و نصاریٰ تک کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (تفصیلات اس آرٹیکل میں آگے ملاحظہ فرمائیے گا جہاں اسلام کھل کر قیدی عورتوں کا باندی کے نام پر ریپ حلال کرتا ہے اور پھر عارضی جنسی تعلق کے بعد دل بھر جانے پر آگے نئے مالک کو ریپ کے لے بکوا دیتا ہے، جبکہ یہود و نصاریٰ باندی عورت سے باقاعدہ شادی کرواتے ہیں جس کے بعد اس کی حیثیت بیوی کی ہوتی ہے جسے آگے نہیں بیچا جاسکتا)۔

پھر بیسویں صدی میں امریکہ اور یورپ میں انسانی شعور مذہب کی زنجیریں توڑ کر بہت حد تک آزاد ہو چکا تھا اور کلیسا کی جابرانہ طاقت ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ مذہب کی قید سے آزاد ہونے کے بعد اس قابل ہو سکے کہ انسانی عقل کی مدد سے کسی بھی طرح کے خدا سے پاک ایک مکمل "غیر مذہبی" نظام تشکیل دے سکیں جس میں وہ ایک بار پھر "انسانیت" کے نام پر پوری دنیا سے غلامی کا مکمل خاتمہ کر سکیں۔

• ماڈرن "غیر مذہبی" دنیا میں سب سے پہلے قانونی طور پر غلامی، برطانیہ اور فرانس میں ختم ہوئی۔ ان ممالک میں 1833 میں مردوں اور عورتوں کی خرید و فروخت پر پابندی لگادی گئی۔

• انڈیا میں 1843 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک آرڈیننس کے ذریعے غلامی پر مکمل پابندی عائد ہو گئی۔

• امریکہ نے 1865 میں اس پریسٹ سے منظوری کے بعد پابندی عائد کردی۔

• لیگ آف نیشنز جو جنگ عظیم سے قبل اقوام متحدہ کی جگہ کام کر رہی تھی اس نے ایک کنونشن کے تحت 1926 میں مردوں اور عورتوں کی خرید و فروخت پر مکمل پابندی کا قانون منظور کیا۔

• سعودی عرب اور یمن اسلامی شریعت کے تحت اس فتنے فعل کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ لیکن قاہرہ میں 1950 کے انسانی حقوق کنونشن کے بعد ان پر دباؤ بڑھا اس کے علاوہ حکومت برطانیہ کا بھی پریشور تھا۔ لہذا 1962 میں سعودی عربیہ اور یمن سے غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔

• دنیا میں سب سے آخر میں غلامی سے چھٹکارا پانے والا افریقہ کا مسلم ملک موریتانیہ ہے جہاں 2007 میں غلامی سے انسانوں کو مکمل نجات حاصل ہوئی۔

یہ مسلمان ممالک غلامی کے خاتمے کے اس قدر خلاف اس لیے تھے کیونکہ ان کے نزدیک شریعت نے غلامی کو "حلال اللہ" قرار دیا ہے، اور شریعت بنانے کا حق صرف اللہ کو ہے، اور اس لیے شریعت کے احکامات قیامت تک تبدیل نہیں ہو سکتے۔ سعودی مفتیوں کا فتویٰ ہے کہ غلامی پر پابندی صرف عارضی ہے اور اُس وقت تک ہے جب تک اسلامی ریاستیں کمزور ہیں۔ جیسے ہی اسلامی ریاست مضبوط ہوتی ہے، اس پر فرض ہو گا کہ وہ غیر مسلموں پر جہاد جاری کرے۔ اور جہاد کے نتیجے میں دشمن کی جتنی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں گے، وہ غلام بن جائیں گے۔ چنانچہ جہاد جاری ہوتے ہی ایک مرتبہ پھر سے غلامی کا ادارہ متحرک ہو جائے گا۔

آج اس صدی کے انسانیت کے عالمی شعور نے غلامی کا مکمل خاتمہ کر کے مذہب کو مکمل "شہ مات" دے دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ انسانی عقل و شعور اسکی رہنمائی کسی بھی ہزاروں سال پرانے الہامی مذہب سے کہیں بہتر کر سکتے ہیں۔

سکور کارڈ

انسانیت کے علمبردار 1 : مذہب 0

قرآن میں مالک کو باندیوں سے سیکس کی اجازت

(قرآن 23:6) ”اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا وہ جوان کی ملکیت ہیں (یعنی کنیز باندیاں)۔ ان سے مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔“

(قرآن 4:3) ”اور اگر ڈر ہو کہ ان (بیویوں) کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو، یا پھر لونڈیاں جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔“

(قرآن 33:50) ”اے پیغمبر ہم نے تمہارے لیے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیے ہیں حلال کر دی ہیں اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ نے تم کو (کفار سے بطور مال غنیمت) دلوائی ہیں۔۔۔ (اے پیغمبر) ان کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو خواہ ان کا حسن تم کو (کیسا ہی) اچھا لگے مگر وہ (باندیاں) جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔“

اسلام میں کنیز باندی سے سیکس بالجبر

• اسلام میں کنیز باندی سے سیکس بالجبر کر کے جب مالک کا دل بھر جاتا تھا، تو وہ کنیز باندی کو اپنے کسی بھائی کے حوالے کر دیتا تھا تاکہ وہ اپنی شہوت پوری کرے۔ اور جب ایک ایک کر کے ان بھائیوں کا بھی دل بھر جاتا تھا تو وہ پھر کنیز باندی کو آگے دوسرے آقا کو بیچ دیتے تھے جو پھر سیکس بالجبر کرتا تھا۔ اور جب اسکا اور اسکے بھائیوں کا دل بھر جاتا تھا تو وہ آگے تیسرے آقا کو سیکس بالجبر کے لیے بیچ دیتا تھا اور یوں یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔

صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل (لنک)، اور صحیح بخاری، کتاب القدر (لنک) اور صحیح بخاری، کتاب التوحید (لنک):

صحابی ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد چند خوبصورت عرب عورتیں انکے قبضے میں آئیں اور صحابہ کو انکی طلب ہوئی کیونکہ وہ اپنی بیویوں سے دور تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ میں صحابہ چاہتے تھے کہ وہ ان کنیز عورتوں کو فدیے میں بیچ کر انکی اچھی قیمت بھی حاصل کریں۔ چنانچہ صحابہ نے عزل سے کام لیا [یعنی سیکس کرتے وقت اپنے عضو

تناسل باہر نکال کر منی گرائی تاکہ وہ عورتیں حاملہ نہ ہو سکتیں اور انکو بیچنے پر اچھی قیمت مل سکے۔ پھر انہوں نے اللہ کے رسول سے اس کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ نے فرمایا (ہاں، عزل کی اجازت ہے، لیکن جہاں تک بچہ پیدا ہونے کا تعلق ہے تو) تم چاہو یا نہ چاہو مگر اگر کسی روح کو پیدا ہونا ہے تو وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

اسلام عذر خواہ غلامی کے حقوق کے نام پر ڈینگ مارتے ہیں کہ اگر مالک نے اپنی کنیز کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا ہے تو وہ مالک اس کنیز سے سیکس نہیں کر سکتا۔ مگر یہ عذر خواہ یہ حقیقت نہیں بتلاتے کہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ کسی بھی وقت اپنی کنیز باندی کا نکاح توڑ کر نئے مالک کو سیکس بالجبر کے لیے بچہ دے۔

صحابی عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اس کا خاوند بھی ہو تو اس کا نیا آقا اس کے بضع (وطی کا محل) کا زیادہ حقدار ہے (یعنی اسے حق ہے کہ خاوند کی بجائے وہ کنیز سے سیکس بالجبر کرے)۔ [تفسیر طبری، روایت 7139 لنک]

صحابی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ لونڈی کی طلاق کی چھ صورتیں ہیں (مالک کا) اسکو بیچنا اسکی طلاق ہے، اسکو آزاد کرنا اسکی طلاق ہے، (مالک کا) اسکو بہہ کرنا (یعنی تحفے میں دینا) اسکی طلاق ہے، اسکی رات اسکی طلاق ہے، اس کے خاوند کی طلاق اسکو طلاق ہے۔ [تفسیر طبری روایت 7135]

امام ابن حزم اپنی کتاب الملحلی میں لکھتے ہیں (لنک):

مسألة: من إحل فرج إمته لغيره؟
ناحمنا ابن مفرج نا ابن الأعرابي نا الدبري نا عبد الرزاق عن ابن جريج قال: إخباري عمرو بن دينار إنه سمع طاوساً يقول: قال ابن عباس: إذا إحللت امرأة الرجل، وإوابنته، وإو إختة له جاريتها فليصبا وهي لها، فليجعل به بين ورثتها
ترجمہ:

مسئلہ 2222: اس کے متعلق جس نے اپنی کنیز باندی کی شرمگاہ دوسرے شخص پر حلال کر دی ہو؟

--- صحابی ابن عباس کہتے ہیں: اگر ایک عورت اپنی کنیز کو مرد یا بیٹی یا بہن کے لیے حلال کرتی ہے، تو پھر اس (مرد) کو اس کنیز سے جماع (سیکس) کرنے دو مگر وہ کنیز اس عورت کی ملکیت میں رہے گی، مگر مرد کو کنیز کی رانوں کے درمیان جلدی جلدی جماع کرنے دو۔

یہود و نصاریٰ میں کنیز باندی کے ساتھ سلوک اسلام کی بہ نسبت ہزار گنا بہتر تھا

یہودی و نصاریٰ میں بھی غلامی کی لعنت موجود تھی اور وہ بھی کنیز باندیوں سے زبردستی سیکس بالجبر کرتے تھے۔ مگر اس لحاظ سے وہ اسلام سے ہزار گنا بہتر تھے کہ ایک مرتبہ سیکس بالجبر کرنے کے بعد وہ کنیز کو آگے کسی دوسرے آقا کو سیکس بالجبر کے لیے نہیں بچ سکتے تھے، بلکہ اس کنیز کی حیثیت انکی دائمی بیوی کی طرح ہو جاتی تھی جسے وہ آزاد تو کر سکتے تھے مگر آگے نہیں بچ سکتے تھے۔ اسلام نے یہ یہود کی عرب کے کفار کلچر سے لی۔

دیکھئے بائبل جہاں کنیز عورت کے متعلق احکامات بیان ہو رہے ہیں:

استثنا، باب 21 (لنک):

جب تُو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند اُن دشمنوں کو تیرے ہاتھ میں کر دے اور تُو اُنکو اسیر کر لائے۔ اور اُن اسیروں میں سے کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر تُو اُس پر فریفتہ ہو جائے تو تُو اُسکو بیاہ لے۔ اور اُسے اپنے گھر لے آنا اور وہ اپنا سر منڈوائے اور اپنے ناخن ترشوائے۔ اور اپنی اسیری کا لباس اُتار کر تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ تک اپنے ماں باپ کے لیے ماتم کرے۔ اُسکے بعد تُو اُسکے پاس جا کر اُسکا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے۔ اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے اُسکو جانے دینا لیکن روپے کی خاطر اُسکو ہر گز نہ بیچنا اور اُس سے لونڈی کا سا سلوک نہ کرنا اس لیے کہ تُو نے اُسکی حرمت لے لی ہے۔

اسلامی غلامی کہیں بدتر تھی اہل کتاب کی غلامی سے

مند ہی اخلاقیات کا "الٹا سفر" (خراب سے بدترین کی جانب)

یہود و نصاریٰ کی مذہبی اخلاقیات قیدی عورتوں کے حوالے سے "خراب" تھیں۔ مگر محمد صاحب کے آنے پر یہ مذہبی اخلاقیات بہتر ہونے کی بجائے "خراب" سے "بدتر" ہو گئیں۔

اسلام	اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)
<p>● کنیز باندی سے شادی کی کوئی شرط نہیں، بلکہ مالک بغیر شادی اور بغیر کنیز کی مرضی کے اسکو ریپ کرے گا۔ چاہے یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئے یا پھر بازار میں خریدی جائے۔</p>	<p>● اہل کتاب یہود و نصاریٰ بھی کنیز باندی کو اسکی مرضی کے خلاف شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں (یہ 100٪ ریپ ہے)۔</p> <p>● لیکن جس کنیز باندی پر دل آئے، اور سیکس کی خواہش پیدا ہو، تو پہلے اس سے بیاہ کرنا پڑتا ہے۔</p>
<p>● اسلام نے بے چاری بچیوں کو رونے اور غم منانے کا سرے سے کوئی وقت نہیں دیتا۔ جنگ کے بعد جیسے ہی وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوں گی، ویسے ہی مسلمان انکے جسموں سے ہر قسم کے جسمانی مزے (بوس و کنار کرنا، انہیں مشت زنی پر مجبور کرنا وغیرہ) لے سکتے ہیں۔ لیکن sexual penetration کے لیے حیض ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوگا۔</p> <p>● صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے جنگ میں قتل کیا۔ مگر پیغمبر اسلام نے جنگ سے واپسی میں راستے میں ہی انکے ساتھ سیکس شروع کر دیا کیونکہ انکا حیض کا خون آنا ختم ہو گیا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)</p>	<p>● پھر گھرا کر اسے پورے 1 مہینے کی مہلت دینی ہے کہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے قتل اور جدائی کا غم منائے اور اس دوران گھر کے ماحول سے بھی کچھ آشنا ہو جائے اور خود کو بالکل اجنبی محسوس نہ کرے۔</p> <p>ایک دفعہ جب وہ غم سے سنبھل جائے تب ہی اس کا شوہر بنا جائے</p>
<p>● اسلام میں جب مالک کا سیکس کر کے کنیز باندی سے دل بھر جاتا تھا، تو وہ اسے اپنے کسی بھائی کو سیکس بالجبر کے لیے بہہ (تحفہ) کر سکتا تھا۔ اور جب ایک ایک کر کے تمام بھائی اپنی جنسی ہوس منالیں، تو پھر اس کنیز باندی کو دوسرے نئے مالک کو بیچ دیا جاتا تھا، اور وہ ہوس پوری ہونے پر آگے تیسرے مالک کو، اور پھر سیکس بالجبر کا یہ سلسلہ پھر یوں ہی چلتا رہتا تھا۔</p>	<p>● ایک دفعہ بیوی بن جانے کے بعد وہ اس کنیز باندی کو آگے اپنے کسی بھائی کو بہہ (تحفہ) نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی اسے آگے کسی نئے آقا کو بیچ سکتے تھے۔</p> <p>● اور نہ ہی اسکا نکاح اپنے کسی اور غلام سے کر سکتے تھے۔</p>

● اگر وہ "ام الولد" بھی ہو جاتی تھی (یعنی مالک کے بچے کی ماں بھی بن جاتی تھی) تب بھی مالک اسے آگے بچھڑا سکتا تھا، یا پھر اسے اپنے کسی اور غلام یا کسی بھی اور شخص کے نکاح میں دے سکتا تھا۔

● مالک کو یہ اختیار بھی تھا کہ وہ اس سے بطور کنیز باندی کے کام لیتا رہے، یا پھر اسکی بطور باندی خدمات کسی اور کو بیچ دے۔

واحد صورت یہ تھی کہ وہ اسے آزاد کر دیں۔

نوٹ:

یہودی بذات خود مدینہ میں موجود تھے اور عیسائی بھی آس پاس کے علاقوں میں موجود تھے اور ان سے رابطہ تھا۔ مگر اسکے باوجود محمد صاحب اللہ قیدی عورت کو اتنی عزت بھی نہ دے سکے جو کہ یہود و نصاریٰ نے محمد سے کہیں قبل انہیں دی تھی۔

وہ مقام جہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عرب معاشرے کے قوانین کو شریعت اسلامیہ کا حصہ بنایا

چونکہ محمد صاحب نے مذہب کا جو ڈرامہ کیا تھا، اس کے مطابق وہ یہود و نصاریٰ والے خدا کے ہی نئے نبی تھے، اور چونکہ مدینہ میں بنیادی طور پر صرف یہود ہی بستے تھے اس لیے محمد صاحب نے نصاریٰ کے نئے اصلاح شدہ قوانین کو چھوڑ کر یہودی شریعت کو ہی اسلامی شریعت کے نام پر جاری کرنا شروع کر دیا۔ مثلاً ختنہ، سنگسار، عورت کی گواہی، سو پر پابندی، عورت کا سر ڈھانپنا، داڑھی، حیض والی عورت کی روح نٹک کو ناپاک سمجھنا، وغیرہ وغیرہ۔

مگر جہاں محمد صاحب کو جنسی ہوس اور معاشی طور پر فائدہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے قوانین میں نظر آیا، تو وہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عربوں کے قوانین کی پیروی کی اور اسے شریعت اسلامیہ کا حصہ بنایا۔

مثلاً یہود و نصاریٰ کے مطابق (عہد نامہ قدیم، استثنا، باب 21) میں درج ہے کہ جب جنگ میں قیدی عورتیں تمہارے ہاتھ لگیں، تو تم ان کا ریپ نہیں کر سکتے، بلکہ تمہیں باقاعدہ ان سے شادی کرنا پڑے

گی، اور پہلے انہیں ایک مہینے کا وقت دینا پڑے گا کہ وہ جنگ میں اپنے پیاروں کے قتل ہونے اور گھر چھوٹنے کا غم مناسکیں۔ اور ایک مرتبہ شادی کرنے کے بعد ان قیدی عورتوں کو آگے بطور باندیاں نہیں بیچا جاسکتا ہے بلکہ ان کی حیثیت بیوی جیسی ہو جاتی ہے۔

مگر پیغمبر اسلام کے احکامات کے مطابق مسلمان مجاہدین قیدی عورتوں کو باندی بنا کر اسی رات ان سے جنسی مزے شروع کر دیتے تھے۔ اگر قیدی چھوٹی بچی یا نو عمر کنواری ہوتی تھی، تو اسی رات اس میں دخول penetration تک کر کے انکارپ کرتے تھے۔ لیکن اگر قیدی عورت شوہر دار ہوتی تھی، تو دخول کی اجازت نہ تھی، مگر اس کے علاوہ وہ قیدی عورتوں کو پہلی رات ہی ننگا کر کے ان کے پورے جسم سے بقیہ ہر قسم کے جنسی مزے حاصل کر سکتے تھے، اور انہیں مشت زنی کے لیے مجبور کر سکتے تھے اور ان کی رانوں میں اپنا عضو تناسل رگڑ کر منی نکال سکتے تھے۔

صرف یہ ہی نہیں، بلکہ محمد صاحب نے مسلمان مجاہدین کو اجازت دی کہ جب باندیوں کا ریپ کر کے ان کا دل ان سے بھر جائے، تو وہ متعہ کی طرح کے اس عارضی جنسی تعلق کے بعد اس باندی کو بازار میں دوسرے مالک کو ریپ کرنے کے لیے بیچ دیں، اور خود نئی باندی خرید کر اس کے ریپ شروع کر دیں اور اسے اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنائیں۔

محمد نے قیدی عورتوں سے یہ فائدہ اٹھانے کی یہ شریعت زمانہ جاہلیت کے عرب تمدن سے لی کیونکہ اس میں معاشی طور پر زیادہ فائدہ تھا، اور ساتھ میں جنسی ہوس کا کھیل کھیلنے کا پورا موقع تھا۔ چنانچہ یہاں محمد صاحب نے شریعت موسوی کو چھوڑ دیا، اور انسانیت کو ذلت کی گہرائیوں میں دھکیل ڈالا۔

قیدی عورتوں/بچیوں کو اسی رات ریپ کا نشانہ بنانا کہ جس دن انکے باپ، بھائی، شوہروں اور بیٹوں کو قتل کیا گیا۔۔۔ ظلم عظیم

مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ یہ ہے کہ وہ تلوار کے زور پر دوسری قوم کے مردوں کو قتل کر ڈالتے تھے، اور پھر انکی لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے باپ، بھائی اور شوہروں کے لاشوں پر رونے بھی نہیں دیتے تھے اور سوائے شرمگاہ کے، اُسی وقت بقیہ جسم کے مزے لینا شروع ہو جاتے تھے۔

یہ مسئلہ بھی اس لیے شروع ہوا کیونکہ محمد صاحب نے اس معاملے میں یہود و نصاریٰ کی شریعت کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ اپنی کتاب مسائل الإمام احمد میں لکھتے ہیں (لنک):

حدثنا علي بن عثمان قال حدثنا حماد عن علي بن زيد عن أيوب بن عبد الله اللخمي إن ابن عمر قال وقع في سبهي يوم جلولاء جارية كان عتقها ليريق فضة، فقال ابن عمر: فما ملكك نفسي حتى وثبت إليها فجعلت إقبلا والناس ينظرون
ترجمہ:

عبداللہ ابن عمر (خلیفہ دوم کے بیٹے اور کبیر صحابی) کہتے ہیں کہ جلولاء کی جنگ کے دن میرے حصے میں ایک کنیز باندی آئی۔ اُسکی گردن صراحی کی طرح لمبی گداز تھی۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھے اپنے پر قابو نہ ہوا اور میں اُسی وقت اس پر چڑھ دوڑا اور اس کے بوسے لینا شروع کر دیے جبکہ لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔

امام الکحلانی اپنی کتاب سبل السلام میں اس پر فرماتے ہیں (لنک):

وإعلم إن الحديث دل بمفهومه على جواز الاستمتاع قبل الاستبراء
ترجمہ:

اور جاننا چاہیے یہ حدیث اہم ہے اور کنیز کے استبراء کر کے پاک ہونے سے قبل اس سے استمتاع (لذت) اٹھانے کا جواز فراہم کر رہی ہے۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق کہتے ہیں (کتاب المبسوط لنک):

وذكر أبو يوسف في الأمالي إن أبا حنيفة كان يقول بالقياس ثم رجع إلى الاستحسان فقال ليس عليه إن يستبرأ بها وبقول أبي يوسف ومحمد رحمهما الله
ترجمہ:

-- امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: یہ اُن کے لیے فرض نہ تھا کہ وہ (لذت حاصل کرنے کے لیے) کنیز باندی کو استبراء سے پاک ہونے دیں۔ اور یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔

اور تو اور، مسلمان تو حاملہ عورتوں کے جسموں سے بھی شہوتیں کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ وہ بے چاری حاملہ عورتوں اپنے مقتول شوہروں کو رونے بھی نہ پاتی تھیں کہ مسلمان ان سے ننگے جسمانی کھیل کھیلنے لگتے تھے۔

امام ابن حجر العسقلانی اپنی کتاب فتح الباری میں نقل کرتے ہیں (لنک):

وقال عطاء لا بأس إن يصيب من جاریته الحامل مادون الفرج

ترجمہ:

عطاء کہتے ہیں کہ حاملہ کنیز باندی سے لذت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے سوائے اسکی شر مگاہ کے۔

اور علماء کے مطابق امام بخاری کی فقہ انکی کتاب صحیح بخاری کے عنوانوں (Headings) میں ہے۔ کتاب البیوع میں امام بخاری پھر یہ عنوان دیتے ہیں (لنک):

باب: اگر لونڈی خریدے تو استبراء رحم سے پہلے اس کو سفر میں لے جاسکتا ہے یا نہیں؟

پھر اس عنوان کے ذیل میں بخاری صاحب لکھتے ہیں:

ولم ير الحسن باسًا إن يقبلها أو يبشرها. وقال ابن عمر- رضي الله عنهما- إذا وهبت الوليدة التي توطأ أو بيعت أو عتقت فليست براء رحمًا بحیضه، ولا تستبرأ العذراء. وقال عطاء لا بأس إن يصيب من جاریته الحامل مادون الفرج.

ترجمہ:

حسن بصری نے ایسی باندی کا بوسہ یا اس سے مباشرت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا ہے۔ اور ابن عمر نے کہا کہ ایسی لونڈی ہبہ (تحفہ) کی جائے یا پھر بیچی جائے یا آزاد ہو کہ جس سے صحبت (سیکس) کی جاتی تھی، تو اسے ایک حیض استبراء کرنا ہوگا۔ لیکن کنواری عورت کے لیے کوئی استبراء نہیں ہے۔ اور عطاء نے کہا اگر باندی عورت (پچھلے شوہر/مالک) سے حاملہ ہے تو اس کی شر مگاہ کے سوا اس کے بقیہ پورے ننگے جسم سے لذت حاصل کی جاسکتی ہے۔

نوٹ: استبراء کا مطلب ہے کہ عورت حیض کے بعد خون سے پاک ہو جائے۔ اگر کسی سے سیکس کرنے کے بعد عورت کو اگلی ماہ وراثی (حیض) کا خون نہیں آتا ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سیکس کے نتیجے میں حاملہ ہو گئی ہے۔

مسلمانوں کا طرز عمل سمجھئے:

(1) پہلے مسلمان جنگ میں مردوں کو قتل کرتے تھے۔

(2) پھر دشمن کی تمام عورتوں کو پکڑ کر کنیز باندیاں بنا لیتے تھے۔

(3) پھر اسی رات جب باندیاں مال غنیمت میں تقسیم ہو چکی ہوتی تھیں، تو اگر تو وہ چھوٹی بچی ہوتی تھی یا پھر کنواری لڑکی ہوتی تھی، تو مسلمانوں کو ہر طرح کا سیکس کرنے کی ان سے اجازت ہوتی تھی۔

(4) لیکن اگر وہ پہلے سے شوہر دار ہوتی تھیں، تو پھر "دخول" یعنی Sexual Penetration کے لیے انکی پہلی ماہواری ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوتا تھا۔

(5) لیکن دخول کے علاوہ جہادی صحابہ کو پوری آزادی ہوتی تھی کہ وہ پہلی رات کو ہی انہیں بنگا کر کے انکے ساتھ دیگر ہر قسم کے جسمانی مزے لیں، ان سے مشت زنی کروائیں، یا دیگر طریقوں سے انزال کروائیں۔

یاد رہے کہ مسلمانوں نے چند گھنٹے قبل ہی ان عورتوں کے باپوں، شوہروں، بھائیوں، اور بیٹوں کو قتل کیا ہوتا تھا۔ ان عورتوں کو اپنے ان پیاروں کے لیے رونے اور غم منانے کا اسلام اور اللہ کوئی موقع نہیں دیتا تھا اور اسی رات مسلمان ان سے جنسی ہوس پوری کرنا شروع ہو جاتے تھے۔

کنیز باندیوں کے یہ ننگے بازار، یہ کئی کئی مردوں کے ساتھ سیکس بالجبر کا نظام، یہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ کی زینت اور سوغات ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اس حمام میں ننگے ہیں اور وہ بھی انسانیت کو لہو لہان کرتے دکھائی دیتے ہیں اور خدا کے نام پر قیدی عورتوں کو کنیز بنا کر سیکس بالجبر کرتے تھے، مگر پھر بھی اسلام سے وہ کہیں بہتر تھے اور کنیز عورت کی اتنی تذلیل نہیں کرتے تھے جتنا کہ اسلام 1400 سالوں سے کرتا چلا آ رہا ہے۔

ان بے چاری قیدی عورتوں کی ذہنی حالت کیا ہوتی تھی، اور وہ کیسے اپنے پیاروں کے قتل پر صدمہ کی حالت میں ہوتی تھیں، اس کا ایک نمونہ آپ اس روایت میں پڑھئے:

"(جنگ کے بعد قیدی عورتوں کی تقسیم کے وقت) حضور نے فرمایا کہ صفیہ (ایک خوبصورت قیدی عورت) کو یہاں لاؤ۔ حضرت بلال بن راح (موذن) صفیہ کو لے کر آئے، ان کے ساتھ ایک اور یہودی لڑکی بھی تھی، جب وہ اپنے بھائی بندوں کی لاشوں کے پاس سے گذریں تو اس لڑکی نے دھاڑیں مارتے ہوئے اپنے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیے، اس نے زمین سے مٹی لے کر اپنے بالوں میں ڈال لی، جب حضور نے اس لڑکی کو دیکھا تو انہیں بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا: "اس چڑیل کو میری نظروں سے دور کر دو"۔

حوالہ:

تاریخ طبری، جلد 8، صفحہ 122، انگلیزی ترجمہ

اپنے پیاروں کے لاشوں پر دھاڑیں مارتے اور اپنے منہ پر تھپڑ مارتے یہ لڑکی اکیلی نہیں ہے، بلکہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں ایسی لاکھوں لڑکیاں اس اذیت سے گزری ہیں۔

مگر صرف اذیت یہاں تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ آگے بڑھ کر اسلام نے ان روتی، بلکتی، غم میں نڈھال لڑکیوں کو مزید مجبور کر ڈالا کہ وہ اسی صدمے کی حالت میں، اسی رات جہادی مسلمانوں کے ہاتھوں ریپ کا شکار بھی ہوں، اور انہیں ہر قسم کی سیکس سروس بھی مہیا کریں۔

انصاف سے بتلایئے، کیا انسانیت کی اس سے زیادہ تذلیل بھی ممکن ہو سکتی ہے؟

یہ منظر تصور کرتے ہی روح کانپ گئی، یہ واقعہ لکھتے ہوئے قلم کپکپا گیا، تو سوچئے کہ پھر ان لڑکیوں کی کیا حالت ہوتی ہو گی کہ جنہیں مذہب نے عملی طور پر اس پورے عذاب سے گزرنے پر مجبور کیا؟

نوٹ:

مسلمان سوال اٹھاتے ہیں کہ تاریخ طبری کی اس روایت کی سند صحیح ہے یا نہیں؟

جواباً عرض ہے کہ ان لڑکیوں پر ہوتے اس اذیتناک عذاب کو جاننے کے لیے آپ کو سرے سے کسی بھی روایت کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ آپ کی انسانی عقل بغیر کسی روایت کے بھی آپ کی مکمل رہنمائی کرے گی کہ ہر ہر جنگ میں اپنے پیاروں کے قتل پر ہر لڑکیوں ہی رو رہی ہوتی ہے، اور یوں ہی ذہنی صدمے اور اذیت سے گزر رہی ہوتی ہے۔

نیا مالک فقط ایک دفعہ خون سے پاک ہونے کے بعد کنیز سے سیکس کر سکتا ہے:

کنیز کا استبراء فقط ایک مرتبہ خون سے پاک ہونا ہے۔ یعنی اگر وہ 3 دن میں خون سے پاک ہو گئی ہے تو نیا آقا اس سے سیکس کر سکتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت دیکھئے کہ جناب صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے قتل کیا، پھر انہیں پکڑ کر باندی بنالیا، اور جب چند ہی دنوں کے بعد وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو راستے میں ہی پیغمبر اسلام نے انکے ساتھ سیکس کیا۔

صحیح بخاری کتاب المغازی (لنک):

جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت جحی بن اخطب کی خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی

شادی ابھی نئی ہوئی تھی۔ اس لیے حضور نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر حضور روانہ ہوئے۔ آخر جب ہم مقام سد الصباء میں پہنچے تو صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور حضور نے ان کے ساتھ ہمبستری کی۔

امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے) اپنے فقہی رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

واستبراء اللامۃ فی انتقال الملك حیضۃ انتقل الملك بیعۃ اوسۃ اوسۃ غیر ذلک۔ ومن ہی فی حیاۃ قد حاضت عنده ثم إنه اشترى اهلًا استبراء علیہا إن لم تکن تخرج۔
ترجمہ:

اور ملکیت کی تبدیلی کی صورت میں کنیز باندی کا استبراء ایک حیض (ماہواری) ہے۔ ملکیت تبدیل ہونے کی صورتیں یہ ہیں کہ کنیز باندی کو بیچ دیا جائے، اسے ہبہ (تحفہ) کر دیا جائے، اسے (جنگ میں) پکڑ کر غلام بنایا جائے، یا کسی بھی ایسی اور وجہ سے۔ اگر وہ کنیز لڑکی (چھوٹی) ہے اور نئے مالک کے خریدنے کے بعد اسے ماہواری شروع ہوتی ہے، تو پھر نئے مالک کو (سیکس کے لیے) ایک حیض ختم ہونے کی انتظار کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔۔

چنانچہ اسلام میں باندی عورت کی عدت فقط ایک حیض ہے۔ یعنی ایک مالک نے خون آنے سے قبل سیکس کر کے بیچ دیا، تو اگلے تین چار دنوں میں جیسے ہی وہ خون سے پاک ہوتی ہے تو نیا مالک اس باندی سے سیکس کر سکتا ہے۔

سنن ابوداؤد، نکاح کا بیان (لنک):

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اکرم نے اوٹاس کی قیدی عورتوں کے متعلق فرمایا:۔۔۔ ان عورت سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک انہیں ایک دفعہ حیض کا خون نہ آجائے۔
الہابی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

دو یا اس سے زیادہ مالکوں کا اپنی مشترکہ کنیز سے سیکس:

قیدی عورتوں پر اسلام کا ظلم اتنا بڑھا کہ اس نے اس معصوم عورت کا بار بار مختلف مالکوں سے ریپ حلال اللہ بنا دیا۔ بہت سارے نتائج میں سے ایک لعنت معاشرے میں یہ پیدا ہوئی کہ اگر باندی کے 2 مالک باری باری اس کا ریپ کرتے ہیں تو پھر پیدا ہونے والے بچے کے دو آفیشل باپ ہوں گے۔ واحد شرط اسلام نے یہ رکھی کہ دونوں مالک باندی کے ریپ میں ایک حیض (3 دن کا وقفہ کہ جس میں باندی حیض کے خون سے فارغ ہوتی ہے) رکھیں گے۔

اس کا مقابلہ اب یہود و نصاریٰ سے کیجئے جنہوں نے قیدی عورتوں کے ریپ پر پابندی لگا دی اور شادی کی شرط رکھ دی، جس کے بعد قیدی عورت کی حیثیت مستقل بیوی کی تھی اور اسے آگے نہیں بچا جاسکتا تھا۔ اگر مسلمانوں نے ناموس مذہب کی خاطر انسانیت کا گلا مکمل طور نہیں گھونٹ ڈالا، اور انسانیت کی ذرا سے رمت بھی ان میں باقی ہے، تو وہ بتلائیں کہ اس ظلم کے بعد وہ پھر کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلام باندیوں کو حقوق دیے؟

اسے حقوق دینا نہیں، بلکہ حقوق چھینا کہتے ہیں۔

اسے ظلم عظیم کہتے ہیں۔

اسے انسانیت کو لہو لہان کرنا اور اسکی موت کہتے ہیں۔

امام ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں (لنک):

وَإِذَا كَانَتِ الْآلَةُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَوَطَّأَهَا لَزْمَهَا اسْتَبْرَاءُ الْإِن
ترجمہ: اگر ایک کنیز 2 مردوں کی مشترکہ ملکیت میں ہے اور وہ دونوں اس سے جماع (سیکس) کرنا چاہیں تو کنیز کو 2 بار استبرائے رحم (یعنی خون سے پاک) کرنا پڑے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 162، لنک) میں ہے:

ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اور اس میں بچہ ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا (یعنی اس بچے کے آفیشلی 2 باپ ہوں گے)۔

اسی فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 173، لنک) میں ہے:

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اگر باندی تین یا چار یا پانچ میں مشترک ہو اور سب نے ایک ساتھ اسکے بچے کا دعویٰ کیا تو وہ سب کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور سب سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی مستند فقہی کتاب ہے اور تمام دیوبندی اور ریلوی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اسے 500 سنی علماء نے اور نگزیب عالمگیر کے حکم پر جمع کیا تھا۔

کنیز باندی کو خریدتے وقت ننگا دیکھنا اور ہاتھوں سے نازک جسمانی اعضاء کو ٹٹولنا:



اسلام کی 1400 سالہ تاریخ یہ ہے کہ لاچار و بے بس بچیوں اور لڑکیوں کو سر بازار تقریباً ننگا کر کے سینکڑوں ہزاروں شہوت برساتے مردوں کے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ اور پھر خریدار آگے بڑھ کر بھیڑ بکریوں کی طرح ہی ان بے بس لڑکیوں کے ننگے جسموں بشمول نازک نسوانی اعضاء کو ٹٹولتے تھے۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب سنن الکبریٰ میں روایت نقل کی ہے (لنک):

عن نافع، عن ابن عمر "إنه كان إذا اشترى جارية كشف عن ساقها ووضع يده بين ثدييها وعلی عجزها

ترجمہ:

نافع نے صحابی ابن عمر سے روایت کی ہے: جب بھی ابن عمر کو کنیز خریدنی ہوتی تھی، تو وہ پہلے اس کنیز کے معاینے کے لیے پہلے اسکی ٹانگیں دیکھتے تھے اور پھر ہاتھوں سے اسکی چھاتیوں اور کولہوں کے ابھاروں کو پرکھتے تھے۔

سعودی مفتی اعظم البانی نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے (لنک)۔

مصنف عبدالرزاق میں شعبی سے روایت ہے (لنک):

13207 عبد الرزاق، عن الثوري، عن جابر، عن الشعبي قال: "إذا كان الرجل
يبتاع الأئة، فإنه ينظر إلى كلها إلا الفرج".

ترجمہ:

--- شعبی کہتے ہیں: اگر کسی مرد کو کنیز خریدنی ہے، تو وہ اس کنیز کا پورا جسم دیکھ سکتا
ہے سوائے شرمگاہ کے سوراخ کے۔

اور فتاویٰ عالمگیری (جو تمام دیوبندی و بریلوی حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے) میں درج ہے (لنک):

جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی کنیز باندی خریدنے کا قصد کیا تو
کوئی ڈر نہیں ہے کہ وہ اس کی پنڈلیاں و سینہ و دونوں ہاتھ چھوئے اور کھلے ہوئے اعضاء
کی طرف دیکھے۔

اور صحابہ ان سر بازار برہنہ بکیتی ہوئی لاچار کنیز عورتوں کو کیسے بھیڑ بکریوں کی طرح خریدتے تھے، اس کے
لیے یہ روایت پڑھئے:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف میں نقل کیا ہے (لنک):

حدثنا جرير عن منصور عن مجاهد قال: كنت مع ابن عمر! مشي في السوق فإذا نحن بناس
من النخاسين قد اجتمعوا على جارية يقلبونها، فلما راوا ابن عمر تنحوا وقالوا: ابن عمر قد جاء،
فدنا منها ابن عمر فلمس شيتا من جسدها وقال: إين أصحاب هذه الجارية، إنما هي سلعة
ترجمہ:

مجاہد کا بیان ہے کہ ایک موقع پر ابن عمر بازار میں آئے تو دیکھا کچھ تاجر لوگ ایک
لونڈی کو خریدنے کے لیے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے آکر اس کی پنڈلیاں
نگلی کر کے دیکھیں، پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر ان کو جھنجھوڑا اور پھر خریدنے
والوں سے کہا کہ خرید لو۔ یعنی اس میں کوئی نقص نہیں۔

اسلام نے باندی عورتوں کو ننگے سینوں کے ساتھ معاشرے میں یہ کہہ کر گھوڑے پر مجبور کیا کہ انکا ستر فقط ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے

اگر باندی عورتوں کو بازاروں میں بیچا نہیں بھی جا رہا ہوتا تھا، تب بھی انہیں ننگے سینوں کے ساتھ بازاروں میں غیر مردوں کے سامنے گھومنے پر مجبور کیا جاتا تھا، کیونکہ اسلام کی رو سے ان کا ستر فقط ناف سے لے کر گھٹنے تک تھا۔

یہ قانون بھی محمد صاحب نے زمانہ جاہلیت کے عرب معاشرے سے لیا تھا، جبکہ موسوی شریعت کو پھر محمد صاحب نے ٹھکرایا تھا، کیونکہ یہود و نصاریٰ اپنی باندیوں کو بھی ننگے سینوں کے ساتھ بازاروں میں نہیں پھراتے تھے۔

جناب محمد عمار خان ناصر صاحب (مدیر ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ) نے کنیز باندی کے ستر پر باقاعدہ ایک مضمون لکھا ہے، جس میں انہوں نے ذیل کے ثبوت دیے ہیں:

حنفی فقیہ امام جصاص فرماتے ہیں کہ (لنک):
يَجُوزُ لِلْمُتَّجِزِ النَّظَرَ إِلَى شَعْرِ الْمَاءَةِ وَذِرَاعَيْهَا وَصَدْرِهَا وَخَمْرِيهَا
ترجمہ:

”اجنبی آدمی کسی کی لونڈی کے بال، بازو، پنڈلی، سینہ اور پستان دیکھ سکتا ہے۔“

مالکی فقہ کی کتاب الشرح الصغیر میں ہے (لنک):
فیری الرجل من المرأة - إذا كانت ابنة - أكثر مما تری منه لانهاتری منه الوجه والأطراف فقط،
وهو یری منها ما عدا ما بین السرة والركبة، لأن عورة المرأة مع كل واحد ما بین السرة والركبة -
(الجزء الأول، ص 290).

ترجمہ:

”لونڈی، اجنبی مرد کا جتنا جسم دیکھ سکتی ہے، مرد اس سے بڑھ کر اس کا جسم دیکھ سکتا ہے۔ وہ صرف اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں دیکھ سکتی ہے، جبکہ غیر محرم مرد اس کی ناف سے گھٹنوں تک کے حصے کے علاوہ باقی سارا جسم دیکھ سکتا ہے۔“

شوافع کا مختار مذہب بھی یہی ہے (لنک):

المذہب إن عورتها ما بین السرة والركبة (المذہب فی فقہ الإمام الشافعی، ابی اسحق الشیرازی، ص 96)

قرطبی اپنی مشہور زمانہ تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں سورۃ الاعراف کی آیت 26 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (لنک):

”وإما اللّٰة فالعورة منها ماتت تحت ثمديها، ولها إن تبدى رأسها ومعصيها. وقيل: حكمها حكم الرجل“

”رہی کنیز تو اس کی شرمگاہ اس کے پستانوں کے نیچے سے ہے، اور وہ اپنا سر اور کلاںیاں ظاہر کر سکتی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا حکم مرد کی طرح ہے“

فقہ حنفی کی مستند کتاب فتاویٰ عالمگیری کے مطابق:

فتاویٰ عالمگیری، اردو جلد نہم، صفحہ 44 (کتاب الاکریمۃ، باب ہشتم، دیکھنے و چھونے کے مسائل):

(1) غیر کی باندی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہیں ہے اور اس کے سوا تمام بدن کی طرف نظر کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے۔

(2) اور غیر کی باندی کا جس قدر دیکھنا حلال ہے، اُس کا چھونا بھی حلال ہے (بشرطیکہ اپنی ذات اور اُس کنیز کی ذات پر شہوت طاری ہونے کا ڈر نہ ہو)۔

(3) شیخ امام شمس الانمہ سرخسی فتویٰ دیتے تھے کہ غیر کی باندی کے ساتھ سفر کرنا یا خلوت کرنا حلال ہے۔

(4) اگر باندی کو خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سوائے اس کے پیٹ ویٹھ کے جہاں جہاں دیکھنا حلال ہے، وہاں وہاں اس کو چھو بھی سکتا ہے، چاہے اس میں شہوت ہی کیوں نہ آجائے۔

(5) اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدنے کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اس کی پنڈلیاں و سینہ اور دونوں ہاتھ پورے چھوئے اور کھلے ہوئے اعضاء کی طرف دیکھے۔

مصنف عبدالرزاق کی کتاب الطلاق میں ”باب الرجل یکشف اللامۃ حین یشتریکھا“ کے تحت اس حوالے سے صحابہ و تابعین کے متعدد آثار نقل کیے گئے ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں (عربی لنک)۔

- سعید ابن المسیب نے کہا کہ لو نڈی کو خریدنے کا ارادہ ہو تو شرم گاہ کے علاوہ اس کا سارا جسم دیکھا جاسکتا ہے۔
- شعبی نے بھی کہا کہ شرم گاہ کے علاوہ اس کا سارا جسم دیکھا جاسکتا ہے۔

• ابن مسعود کے شاگردوں میں سے بعض نے کہا کہ ایسی لونڈی کو چھونا اور کسی دیوار کا ہاتھ لگانا ایک برابر ہے۔

مصنف عبد الرزاق (عربی لنک) کے مذکورہ باب کی روایات کے مطابق:

• حضرت علی سے لونڈی کی پنڈلی، پیٹ اور پیٹھ وغیرہ دیکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ لونڈی کی کوئی حرمت نہیں۔ وہ (بازار میں) اسی لیے تو کھڑی ہے کہ ہم (دیکھ بھال کر) اس کا بھاؤ لگا سکیں۔ (عربی متن: عن ابن جریج قال: إِبْرَئِیْمُ بْنُ إِسْدَقٍ عَمَّنْ، سَمِعَ عَلِیًّا، یَسْأَلُ عَنِ الْمَاءِ تَبَاعٍ یُنْظَرُ إِلَى سَاقِهَا، وَعِزِّهَا، وَإِلَى بَطْنِهَا؟) قال: «لَا بَأْسَ بِذَٰلِكَ، لِاحْرَمَةِ لَهَا، إِنَّمَا وَهَقْتُ لِنَسَاوِهَا»

• عبد اللہ بن عمر کے تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کوئی لونڈی خریدنا ہوتی تو اس کی پیٹھ، پیٹ اور پنڈلیاں ننگی کر کے دیکھتے تھے۔ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے تھے اور سینے پر پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر دیکھتے تھے۔

• مجاہد کا بیان ہے کہ ایک موقع پر ابن عمر بازار میں آئے تو دیکھا کچھ تاجر لوگ ایک لونڈی کو خریدنے کے لیے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے آکر اس کی پنڈلیاں ننگی کر کے دیکھیں، پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر اس کو جھنجھوڑا اور پھر خریدنے والوں سے کہا کہ خرید لو۔ یعنی اس میں کوئی نقص نہیں۔ (عربی متن: عن ابن عیینة، عن عمرو بن دینار، عن مجاهد قال: كنت مع ابن عمر في السوق، فابصر بجارية تباع، فكشف عن ساقها، وصكت في صدرها، وقال: «اشترها». یریمم إنه لا بأس بذلك)

امام احمد بن حنبل:

کتاب الکافی فی فقہ الامام احمد (لنک):

وما یظہر دأماً من الماء کالرأس والمیدین إلى المرفقین والرجلین إلى الركبتین لیس بعورة، لأن عمر رضی اللہ عنہ نبی الماء عن التقع والتشبه بالحرائر، قال القاضي فی الجامع وما عدا ذلک عورة، لأنه لا یظہر غالباً، إشبہ ماتحت السرة.

و قال ابن حامد عور تہا کعورة الرجل، لما روی عمر بن شعيب عن إبيہ عن جدہ إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا زوج أحدکم إمتہ عبدہ أو أجمیرہ فلا یُنظر إلى شیء من عورتہ فإن ماتحت السرة إلى الركبة عورة یرید عورة الماء، رواہ الدارقطني. ولأنه من لم یکن رأسہ عورة

لم یکن صدره عورة،

ترجمہ :

اور جو باندی کا جسم عموماً ظاہر ہوتا ہے جیسے سر، کہنیوں تک ہاتھ، گھٹنوں تک پاؤں وغیرہ یہ ستر نہیں ہے کیونکہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے باندی عورت پر پابندی لگائی تھی کہ وہ چادر سے خود کو نہیں ڈھانپ سکتی کیونکہ ایسا کرنا آزاد مسلمان عورت کی برابری کرنے کے برابر ہے۔ قاضی نے اپنی کتاب 'الجامع' میں کہا ہے کہ اس کے سوا (جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے) ستر ہے، کیونکہ یہ عموماً ظاہر نہیں ہوتا، جیسے کہ وہ کچھ جو کہ ناف کے نیچے ہے۔ ابن حامد کہتے ہیں کہ باندی کا ستر وہی ہے جو کہ ایک مرد کا ستر ہے، جیسا کہ عمر بن شعیب نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی باندی کی شادی اپنے غلام سے یا اجیر سے کر دے تو اسے اس کے ستر کو نہیں دیکھنا چاہیے جو کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ رسول اللہ کی مراد باندی عورت کا ستر تھی۔ اسے دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ اور جس کا ستر میں شامل نہیں، تو اس کا سینہ بھی ستر نہیں۔

چنانچہ حنبلی مذہب کے یہ علماء بھی باندی عورت کے ستر کو ناف سے گھٹے تک بیان کر رہے ہیں۔

مالکی مذہب کے امام ابن ابی زید (متوفی 386 ہجری) اپنی کتاب 'الجامع' میں لکھتے ہیں ([آرشیو انگریزی](#) ترجمہ لنک):

He (Imam Malik) strongly rejected the behaviour of Madinan slave-girls in going out uncovered above the lower garment. He said, "I have spoken to the Sultan about it, and have received no reply"

ترجمہ :

"امام مالک کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ مدینے میں باندی عورتیں ننگے سینوں کے ساتھ گھومیں۔ امام مالک کہتے ہیں کہ انہوں نے اس سلسلے میں سلطان سے بات بھی کی، لیکن سلطان نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔"

شیخ حمزہ یوسف کی ویڈیو ([لنک](#)) دیکھئے جہاں وہ بتلا رہے ہیں کہ عمر ابن خطاب کے دور میں مدینہ میں باندی عورتیں ننگے سینوں کے ساتھ گھومتی تھیں۔

مسلم اعتراض: باندی کے ننگے سینے والی روایات صحیح بخاری اور مسلم میں موجود نہیں

چاروں ائمہ کے متفقہ فتوے آپ کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک تو خود تابعی اور تبع تابعی ہیں اور انہوں نے مدینہ اور دوسرے شہروں کے صحابہ اور تابعین کا متواتر طرز عمل دیکھا ہے جہاں مدینہ میں باندیوں کو ننگے سینوں کے ساتھ گھمایا جاتا تھا اور یوں ہی ننگے سینوں کے ساتھ نیلامی کی بازاروں میں بیچا جاتا تھا۔ مصنف عبدالرزاق اور امام بیہقی کی ان روایات کے صحیح ہونے کے لیے کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ چاروں ائمہ کا متفقہ فتویٰ ان کے مطابق ہے؟

مسلمانوں کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ ان تمام روایات اور متفقہ فتوؤں کو تو جھوٹ قرار دے رہے ہیں، مگر خود قاصر ہیں کہ اپنا کوئی ثبوت پیش کر سکیں۔ چنانچہ ان مسلمانوں کو چیلنج ہے کہ:

☆ بخاری اور مسلم و صحاح ستہ سے روایات پیش کریں کہ باندی حجاب لیتی تھی اور آزاد مسلم عورت کی طرح سینے ڈھاکتی تھی۔

☆ بخاری و مسلم سے روایت پیش کریں کہ یہ باندیاں باپردہ ہو کر نیلامی کے بازاروں میں بیچی جاتی تھیں

☆ بخاری و مسلم سے روایت پیش کریں کہ گاہکوں کو انہیں چھونے کا کوئی حق حاصل نہ تھا

☆ کسی سلف امام کا فتویٰ پیش کریں کہ باندی کو بھی حجاب کرنا ہے، اور اس کا سینہ ننگا نہیں بلکہ سینہ بھی اس کے ستر میں شامل ہے۔

بخاری اور مسلم نے لگتا ہے کہ یہ روایات اس لیے جمع نہیں کیں کیونکہ اس وقت تک مسلمان عرب سے باہر نکل کر دیگر علاقوں کی ترقی یافتہ تہذیبوں سے رابطہ کر چکے تھے کہ جہاں باندی کے سینے کو کپڑے سے ڈھانکا بھی جاتا تھا اور ام الولد کو بیچا بھی نہیں جاتا تھا۔ اسی وجہ سے امام مالک کے زمانے میں ہی امام مالک کو باندیوں کے ننگے سینوں پر اعتراض ہو گیا تھا اور وہ خلیفہ کے ساتھ مل کر باندیوں کے ننگے پن کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ بعد میں بخاری و مسلم کے زمانے تک ان لوگوں کو احساس ہو چکا تھا کہ باندیوں کا یہ ننگا پن اسلامی شریعت کے لی باعث شرم و عار ہے۔ مگر چونکہ شریعت کے حلال اللہ کو بخاری و مسلم حرام نہیں کر سکتے تھے، اس لیے لگتا ہے کہ شرم کے باعث انہیں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں جمع نہ کیا۔

پردہ صرف آزاد مسلمان عورت کا "حق و شرف" تھا، اور باندی عورت کے زبردست استحصال کا ذریعہ تھا

یہ ایک ناقابل یقین بات ہے، مگر حقیقت ہے کہ اسلام میں حجاب فقط آزاد مسلم عورت کا "حق" تھا، جبکہ کنیز باندی کو حجاب کرنے کا سرے سے کوئی حق ہی نہیں تھا، بلکہ اگر غلطی سے کوئی کنیز حجاب لیتی تھی تو سوٹیوں سے مار مار کر اس کے سر سے حجاب کھینچ لیا جاتا تھا۔

سب سے پہلے اسلام میں پردے کا حکم اس لیے نازل ہوا کہ آزاد عورتوں کی کنیز باندیوں سے الگ شناخت ہو سکے۔ یہ سن 5 ہجری کا واقعہ ہے۔

[القرآن 33:59] اے نبی کہو! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہ وہ لٹکا لیا کریں اپنی جلباب (چادر)۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔

سب سے پہلے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے سے کیا مراد ہے کہ: "۔۔ تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔۔؟"

اس آیت کی تفسیر میں ابوماک، ابوصالح، قتادہ، کلبی، معاویہ بن قرہ، حسن، سدی اور مجاہدان سب سے ہت سی روایات مروی ہیں اور وہ سب متفق ہیں کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کیونکہ مدینے میں لوگ (صحابہ) سڑکوں کے کنارے بیٹھے ہوتے تھے اور پہلے کنیز اور آزاد عورت کے فرق نہ پتا ہونے کی وجہ سے تمام آزاد و کنیز عورتوں کو یکساں ستایا کرتے تھے۔ مگر بعد میں جب جلباب کی وجہ سے انہیں علم ہو جاتا تھا کہ کون آزاد عورت ہے اور کون کنیز، تو پھر وہ آزاد عورتوں کو ستانے سے باز رہتے تھے۔ (دیکھیے تفسیر طبری اس آیت کی ذیل میں جہاں یہ سب روایات موجود ہیں۔ [لنک](#))۔

ابن کثیر الدمشقی اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتا ہے ([لنک](#)):

آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے۔ جلباب کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی اس لیے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ وہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کتے تھے اس لیے یہ نشان ہو گیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی آواز نہ کسے۔

نوٹ:

زمانہ جاہلیت میں عورت اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں۔ سورۃ نور کی آیت 31 کے ضمن میں ابن کثیر لکھتا ہے (لنک):

وقوله تعالى { وَلْيَضْحَكُنَّ يَحْمُرُهُنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ } یعنی المقالع يعمل لها صفات ضاربات على صدورهن لتؤاري ماتحتها من صدرها وترابها ليخالفن شعار نساء أهل الجاهلية فإنهن لم يكن يفعلن ذلك، بل كانت المرأة منهن تمر بين الرجال مسفحة بصدورها، لا يواريه شيء، وربما أظهرت عنقها وذوائب شعرها وقرطة آذانها
ترجمہ:

--- (آزاد مسلمان) عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑے سے اپنے سینہ اور گلے کا زیور چھپائیں۔ زمانہ جاہلیت میں اس کا رواج نہ تھا اور عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتیں تھیں۔

اور عبدالرزاق نے تابعی حسن البصری (متوفی 110 ہجری) سے روایت کی ہے:

عبدالرزاق عن معمر عن الحسن قال كن إماء بالمدينة يقال لهن كذا وكذا كن يخرجن فيتعرض لهن السفهاء فيؤذوهن لأنه فكانت المرأة الحرة تخرج فيحسبون إنها فيتعرضون لها ويؤذونها خبرنا فامر النبي صلى الله عليه وسلم المؤمنات إن يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك إني إن يعرفن من الإماء إنهن حرائر فلا يؤذين
ترجمہ:

حسن بصری کہتے ہیں کہ مدینہ میں جب کنیز عورتیں باہر جاتی تھیں تو ان پر آوازیں کسی جاتی تھیں۔ (ایک رات) کچھ شریر لوگوں نے عورتوں کے ایک گروپ کا پیچھا کیا اور انہیں ستایا کیونکہ وہ سمجھے یہ وہ بھی کنیز باندیاں ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ آزاد مسلمان عورتیں تھیں۔ اس وجہ سے رسول اللہ (ص) نے آزاد مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ وہ اپنی جلباب (چادر) اپنے اوپر ڈال لیں، تاکہ وہ بطور آزاد عورت ایک کنیز باندی سے ممتاز ہو سکیں تاکہ وہ ستائی نہ جائیں۔

عام مسلمان عوام کو یہ سب کچھ پہلی نظر میں انتہائی عجیب و غریب نظر آئے گا۔ مگر یہی حقیقت ہے اور ملا حضرات کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان حقائق کو عام مسلمانوں سے چھپا کر رکھیں۔

نوٹ:

اصل میں زمانہ جاہلیت کے عرب علاقے آشور (Assariya) میں ایک یہ رواج بھی تھا کہ اونچے درجے کی آزاد خواتین پردہ کرتی تھیں اور اسے ان کا شرف اور حق سمجھا جاتا تھا، جبکہ باندیوں کے سینے نگے کروا دیے جاتے تھے (لنک)۔

https://en.wikipedia.org/wiki/Women_in_pre-Islamic_Arabia#Veiling

Veiling:

During pre-Islamic times, the Assyrian law clearly depicted within their written regulation who was allowed to veil. Those women who were family to "seigniors" had to veil as well as those who were previously prostitutes but now married. Laws on veiling were so strict that intolerable consequences were enacted for these women, some of which included beating or cutting their ears off. **Prostitutes and slaves were prohibited from veiling.**

اسی چیز کو محمد یہاں دوبارہ جاری کر رہے ہیں۔

ورنہ اگر شرم و حیا کا مسئلہ ہوتا تو پھر محمد صاحب باندیوں پر حجاب لینے کی پابندی نہ لگاتے، بلکہ انہیں بھی آزاد عورت کے ساتھ حکم دیتے کہ اپنے نگے سینوں کو وہ ڈھانکتیں۔ اور محسّی صحابی نے بھی محمد صاحب کے اس حکم کے خلاف کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔

چنانچہ محمد صاحب جب حجاب کی آیت کے نزول کا دعویٰ کر رہے تھے، تو اس وقت انکی نیت سرے سے ”شرم و حیا“ کی نہیں تھی، بلکہ آزاد مسلمان عورتوں اور باندیوں میں تفاوت پیدا کرنے کی تھی۔ مگر آج دیکھیں تو تمام مسلمان محمد صاحب کے برعکس، حجاب کو زبردستی ”شرم و حیا“ سے جوڑنے پر لگے ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ جب نبی اسلام نے صفیہ بنت حبی کو اپنے لیے منتخب کیا تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ یا تو امہات المؤمنین میں سے ہے یا باندیوں میں سے تو اگر انہوں نے اسے پردہ کرایا تو یہ امہات المؤمنین میں سے ہوگی اور اگر نہیں کرایا تو کنیز اور باندی ہوگی، پھر جب نبی اسلام نے اسے پردہ کرایا تو مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ یہ ام المؤمنین ہے۔

صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر (لنک):

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور خیبر کے درمیان (مقام سد الصباء میں) تین دن تک قیام فرمایا اور وہیں صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی تھی پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی۔ آپ کے ولیمہ میں نہ روٹی تھی نہ گوشت تھا صرف اتنا ہوا کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور وہ بچھا دیا گیا پھر اس پر کھجور پنیر اور گھی (کالمیدہ) رکھ دیا۔ مسلمانوں نے کہا کہ صفیہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا باندی ہیں؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آنحضرت نے انہیں پردے میں رکھا تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپ نے انہیں پردے میں نہیں رکھا تو پھر یہ اس کی علامت ہو گی کہ وہ باندی ہیں۔ آخر جب کوچ کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنی سواری پر پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کے لیے پردہ کیا۔

یعنی نبی اسلام خود نہ صرف باندیاں رکھتے تھے بلکہ انہیں پردہ بھی نہیں کرواتے تھے یعنی ان کی نظر میں باندی یا کنیز کی حیثیت محض ”مال“ کی سی ہوتی تھی، ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جو اسلام میں عورت کے مقام کا راگ الاپتے نہیں تھکتے!

اور صحیح بخاری کی روایت دیکھئے کہ جناب صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے قتل کیا، پھر انہیں پکڑ کر باندی بنا لیا، اور جب اگلے ہی دن وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو راستے میں ہی پیغمبر اسلام نے ان کے ساتھ سیکس کیا۔ صحیح بخاری کتاب المغازی (کتاب):

جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت جحی بن اخطب کی خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی شادی ابھی نئی ہوئی تھی۔ اس لیے حضور نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر حضور روانہ ہوئے۔ آخر جب ہم مقام سد الصباء میں پہنچے تو صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور حضور نے ان کے ساتھ جماع (سیکس) کیا۔

اسلام کا ظلم ملاحظہ کیجئے کہ ایک طرف ان معصوم لڑکیوں اور عورتوں کے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹوں کو انہوں نے قتل کیا ہوتا تھا، اور پھر اسی حالت میں ان کے اوپر چڑھ دوڑتے تھے (یاد رہے کہ دخول کے علاوہ ان قیدی عورتوں کو پہلی رات ہی ننگا کر کے ان کے ننگے جسموں کے بوسے لینے، ہاتھ پھیرنے اور دیگر جسمانی لذتیں حاصل کرنے کے لیے کسی حیض کے انتظار کی ضرورت نہ تھی)۔

کیا اللہ کا اور پیغمبر کا یہی وہ خلقِ اعلیٰ ہے جس کا مسلمان 24 گھنٹے ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں؟

"وحیہ رسول اللہ کے پاس آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے قیدیوں میں سے غلام بنانے کے لیے ایک لڑکی عنایت کی جائے، حضور نے فرمایا، جو مرضی ہے لے لو۔ اُس نے صفیہ بنت جحی کو اپنے قبضے میں لے لیا، ایک صحابی آپ کے پاس آئے اور کہا، یا رسول اللہ آپ نے وحیہ کو صفیہ دے دی ہے۔ وہ انتہائی خوبصورت ہونے کے علاوہ قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی مشترکہ رئیسہ ہے۔ وہ آپ جیسے آدمی کی حقدار ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ صفیہ اور وحیہ، دونوں کو یہاں لاؤ۔ حضرت بلال بن رباح (مودن) حضرت صفیہ کو لے کر آئے، ان کے ساتھ ایک اور یہودی لڑکی بھی تھی، جب وہ اپنے بھائی بندوں کی لاشوں کے پاس سے گذریں تو اس لڑکی نے دھاڑیں مارتے ہوئے اپنے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیے، اس نے زمین سے مٹی لے کر اپنے بالوں میں ڈال لی، جب حضور نے اس لڑکی کو دیکھا تو انہیں بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا: "اس چڑیل کو میری نظروں سے دور کر دو"۔ حضرت صفیہ کو حضور نے اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا اور انہوں پر اپنی چادر پھینک دی جس کا مطلب تھا کہ حضرت صفیہ کو حضور نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ حضور نے وحیہ سے فرمایا کہ وہ کوئی اور لڑکی پسند کر لے۔ بعد میں نبی کریم نے حضرت بلال کو سرزنش کرتے ہوئے کہا: "تم کیوں انہیں ان کے خاوندوں کی لاشوں کے پاس سے گذار کر لے کر آئے ہو، کیا تمہیں ان پر ذرا بھی ترس نہیں آیا"۔

(حوالہ: تاریخ طبری، جلد 8، صفحہ 122، انگریزی ترجمہ)

یاد رہے کہ یہ صرف صفیہ ہی نہیں تھیں کہ جنہیں باپ، بھائی اور شوہر کے قتل کے اگلے ہی دن سیکس کرنا پڑا، بلکہ ہر ہر قیدی عورت کو اس اذیت سے گذرنا پڑا جب مسلمان دن کو ان کے باپ، بھائی، بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور اسی شام کو ان قیدی عورتوں کو ننگا کر کے انہیں سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ کیا اس سے بڑھ کا اور کوئی ظلم بھی ممکن ہے؟ (یاد رہے کہ یہود و نصاریٰ تک اس ظلم کے خلاف تھے اور ایک قیدی عورتوں کو کم از کم 1 مہینے کی مہلت دیتے تھے کہ وہ اپنے پیاروں کے قتل کا غم سہ لیں۔ صرف اس کے بعد جا کر وہ ان سے شادی کرتے تھے)۔

سیرۃ النبویہ۔ ابن ہشام صفحہ 766:

"اُس رات حضرت انس بن مالک کی والدہ اُم سلیم نے حضرت صفیہ کو سنوارا، وہ رات انہوں نے حضور کے خیمے میں بسر کی۔" ابو ایوب، خالد بن زید نے پوری رات ہاتھ

میں تلوار لے کر گزاری اور صبح تک حضور کے خیمے کے گرد چکر لگاتے ہوئے پہرہ دیا۔ صبح جب حضور جاگے تو اس حرکت کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا مجھے آپ کی سلامتی کا ڈر تھا کیونکہ آپ نے اس کے باپ، خاوند اور دیگر عزیز و اقارب کو قتل کروایا ہے، اور ابھی تک اس نے اسلام بھی قبول نہیں کیا، مجھے آپ کی جان کا خطرہ تھا، حضور نے دعا کی اے اللہ جس طرح رات بھر ابویوب نے میری حفاظت کی ہے، اُسی طرح تو بھی اُس کی حفاظت فرما۔

غالب کمال صاحب لکھتے ہیں کہ:

"آپ اپنی بہن، بیٹیوں، بیویوں اور رشتہ داروں کو ان عورتوں کی جگہ پر رکھ کر سوچیں، آج ہندو پاکستان پر چڑھائی کریں، فتح مند ہونے کے بعد آپ کی عورتوں کو یرغمال بنائیں اور رات کو اپنے خیموں میں ان سے زنا بالجبر کریں تو کیسا عالم ہوگا۔ آپ کی بے بسی کیسی ہوگی؟ کیا آپ اللہ سے شکوہ کریں گے، کیا آپ اس کی خدائی پر شک کریں گے؟ یا پھر آپ ایشور کی طاقت کے معترف ہو جائیں گے؟

یہ لوٹڈی عورتیں چند دن قبل آزادی سے اپنی زندگیاں گزار رہی ہوتی تھیں، اپنے بچوں کی پرورش کر رہی ہوتی تھیں، کوئی شادی کے خواب دیکھتی تھی تو کوئی اولاد پیدا ہونے کی خوشی، کوئی اپنے ماں باپ کی خدمت کر رہی ہوتی تھی، تو کوئی اپنے خاوند کی راہ دیکھ رہی ہوتی تھی۔ کوئی حاملہ ہوتی تھی، کوئی کمسن بچی کھیل کود میں مصروف ہوتی تھی۔

کمسن بچیوں کے نازک اور چھوٹے چھوٹے معصوم خواب ہوتے تھے، ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی طرح معصوم، ہماری ماؤں کی طرح پاکباز اور سمجھدار، ہمدرد اور جفاکش، محبت اور احترام سے بھری ہوئی۔ دوسروں کا بھلا چاہنے والی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہونے والی، فکر مند ہونے والی، اپنے مردوں کی بانہوں میں تحفظ تلاش کرنے والی، سوجدہ بوں اور سوجدہ باتوں سے معمور، زندگی کی بے رحمی میں امید کا دیا جلائے ہوئے کوئی بیٹیاں، مجبور، کمزور مگر پر عزم، اپنی زندگیاں بڑے آرام سے اپنے کمزور مردوں کی حفاظت میں گزارتی ہوئی۔

مگر پھر ایک دن اسلامی لشکر چڑھ آیا، اسلام کی دعوت دی، کافر مردوں نے اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام قبول کرنا گناہ جانا اور انکار کر دیا، وہ اسلام کے متعلق

جانتے بھی کیا تھے۔ صرف کلمہ پڑھنے سے حملے سے بچ بھی سکتے تھے، مگر نہ کیا۔ کیوں کرتے وہ اپنے مذہب کو تو جانتے تھے مگر اسلام سے ناواقف تھے، نبی اسلام نے ان کی گلیوں میں کبھی اسلام کی تبلیغ ناکئی تھی۔

وہ سبھی ہوئی لڑکیاں کیا ہجرہ دہشت میں پہلی بار جنسی زیادتی پر روئی ہوں گی؟ کیا وہ اپنی فرج سے نکلے خون کو دیکھ کر گھبرائی ہوں گی؟ کیا ان کی بے بسی تصور کی جاسکتی ہے؟ کیا ان کا دکھ سمجھا جاسکتا ہے؟ کیا جنسی زیادتی کرنے والے مفتوحین نیک انسان تھے؟ انسانیت کی رو سے تو وہ انسان ہی نہیں تھے۔ کیا جنسی عمل کی اس وحشت کے دوران ان لڑکیوں اور عورتوں کی آنکھوں کے سامنے اپنے مردہ رشتہ داروں کے چہرے آتے تھے؟ کیا ایک خیمے میں زیادتی کا شکار ہوتی ماں کو ساتھ کے خیمے میں درد سے کراہتی اپنی بیٹی کی آوازیں آتی ہوں گی؟ کیا وہ ڈرتی ہو گی کہ اس کی نمسن بیٹی اگلی صبح زندہ بھی ہو گی کہ نہیں؟ کئی بیٹیاں اگلی صبح مردہ بھی پائی جاتی ہوں گی۔ کئی ایسی بھی ہوں گی جو مزاحمت کرتی ہوں گی، ان پر تشدد بھی ہوتا ہوگا، ان کو قتل بھی کر دیا جاتا ہوگا (جیسا کہ ابوالیوب انصاری رات کو تلوار لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ اگر صفیہ سیکس کے وقت مزاحمت کریں تو وہ انہیں قتل کر ڈالیں)۔

رسول اللہ کا غیر مردوں کی نا محرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر گھومنا پھرنا

ایک طرف پردے و حیا کے نام پر بے چاری عورت کی زندگی اجیرن، تو دوسری طرف رسول اللہ خود غیر مردوں کی نا محرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پبلک میں گھوم پھر رہے ہیں۔

سنن ابن ماجہ، زہد کا بیان (لنک):
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ كَانَتْ الْأُمِّيَّةُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ تَأْخُذُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهَا حَتَّى تَذْهَبَ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي حَاجَتِهَا
ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے مدینہ کی ایک لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی پھر آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے

نہ نکالتے یہاں تک وہ آپ کو لے جاتی جہاں چاہتی اپنے کام کے لئے۔
سعودی مفتی البانی نے اس روایت پر ”صحیح“ کا حکم لگایا ہے (لنک)۔

یہاں سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ محمد صاحب کو آخر ضرورت ہی کیا تھی کہ اس کا ہاتھ تھام کر شہر میں نکلتے؟ کیا محمد صاحب بغیر ہاتھ تھامے یہ کام انجام نہیں دے سکتے تھے؟
یہ یاد رہے کہ ہاتھ پکڑنے والی یہ باندی ننگے سینے کے ساتھ شہر میں گھومنے پر مجبور تھی، اور یہ چیز صورت حال کو مزید پیچیدہ بنا رہی ہے۔
یہی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔

صحیح بخاری، کتاب ادب کا بیان (لنک):
اَنَّ النَّبِيَّ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اِنْ كَانَتْ الْاُمِّيَّةُ مِنْ اَيِّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ تَتَاخَذُ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ
انس بن مالک رضی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ والوں میں ایک لونڈی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔

یہ ایسے شدید تضادات ہیں کہ جن میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ یہ تضادات ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت بنانے والا کوئی آسمانی خدا نہیں، بلکہ محمد خود تھے، اس لیے محمد کی ”انسانی غلطیوں“ کے سبب اسلامی شریعت ایسے شدید تضادات کا شکار ہوئی۔

حجاب لینے پر عمر ابن الخطاب کا کنیز باندیوں کو سوٹیوں سے مارنا

نوٹ کیجئے:

- جلاب ایک بڑی چادر کو کہتے ہیں۔
- حجاب کی آیت (قرآن 59: 33) میں قرآن کے مصنف نے آزاد مسلمان عورتوں کو یہی جلاب سر پر اوڑھنے، اور انکے ذریعے اپنے سینے اور جسم چھپانے کا حکم دیا ہے۔
- جبکہ 'خمار' سر کے چھوٹے سکارف کو کہتے ہیں جس سے صرف سر ڈھکتا ہے، جبکہ سینے ننگے رہتے تھے۔ آج کے دور میں عربی مرد آپ کو سروں پر یہی چھوٹا خمار پہنے نظر آتے ہیں۔

- باندی عورتوں کو سر پر صرف 'خمار' لینے کی اجازت ہوتی تھی جس سے سر ڈھک جاتے تھے لیکن سینے ننگے رہتے تھے۔

صحیح روایات کے مطابق اگر کوئی کنیز باندی غلطی سے بھی جلباب لے لیتی تھی تو عمر ابن الخطاب سوٹیاں مار مار کر زبردستی اس کے جلباب اتروا دیتے تھے (جس سے نہ صرف اس کا سر، بلکہ سینے بھی ننگے ہو جاتے تھے)۔

سعودی مفتی اعظم البانی نے اپنی کتاب الغلیل الارواء میں یہ 'صحیح' روایت نقل کی ہے (لنک):

إخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي "المصنف" (1/82/2): حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: "رَأَيْتُ عُمَرَ ابْنَهُ لَنَا مَقْتَعَةً فَضَرَبَهَا وَقَالَ: لَا تَشْبِهِينَ بِالْحَرَائِرِ". قُلْتُ: وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ
ترجمہ:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف (لنک) میں نقل کیا ہے کہ عمر ابن الخطاب نے ایک کنیز باندی کو سر پر مقنعہ (جلباب/چھوٹی چادر) لیے دیکھا تو آپ نے اس کو ضرب لگائی اور کہا کہ وہ آزاد مسلم عورتوں کی برابری کی کوشش نہ کرے۔ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

یہی روایت ابن قلابہ سے بھی مروی ہے (لنک)

اور عبدالرزاق (متوفی 211 ہجری) نقل کرتے ہیں (لنک):

عبد الرزاق عن معمر عن أيوب عن نافع إن عمر رأى جارية خرجت من بيت حفصة متزينة عليها جلباب إو من بيت بعض إزواج النبي صلى الله عليه وسلم فدخل عمر البيت فقال من هذه الجارية فقالوا البنية لنا - إو قالوا البنية نال فلان - فتغيط عليهم وقال إتحرجون إماءكم بزينة تفتنون الناس
ترجمہ:

ایک مرتبہ عمر نے دیکھا کہ ایک نوجوان باندی لڑکی جناب حفصہ یا پھر ازواج نبی میں سے کسی کے گھر سے یوں نکل کر باہر گئی کہ اس نے جلباب پہنا ہوا تھا۔ اس پر عمر گھر میں داخل ہو گئے اور فرمایا: "یہ کون لڑکی ہے؟" انہوں نے کہہ کہ یہ کسی کی کنیز لڑکی ہے۔ عمران لوگوں پر غضبناک ہوئے اور کہا: "یہ لڑکی جلباب کو سجائے چلی گئی، اور

یہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا کر رہی ہے (کیونکہ وہ اسے آزاد سے علیحدہ کر کے بطور باندی پہچان نہیں پارہے)۔

امام شعبانی (متوفی 189 ہجری) لکھتے ہیں (کتاب المبسوط، جلد 3، صفحہ 7):

ولاینبغی للرجل ان ینظر من لہ غیرہ اذا کانت بالغۃ او تشتی مثلما او توطأ الا ملامۃ نظر الیہ من ذوات المحرم ولا بأس بان ینظر الی شعرہا و الی صدرہا و الی ثوبہا و عضدہا و قد مہا و ساقہا و لا ینظر الی بطنہا و لا الی ظہرہا و لا الی مابین السرة منہا حتی یجاوز الرکبة
ترجمہ:

ایک آدمی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کنیز عورت کو بلوغت کی عمر پہنچ جانے کے بعد دیکھے یا اسکی خواہش کرے سوائے اپنی کنیز عورت کے۔ وہ دوسرے کی کنیز عورت کے صرف وہ حصے دیکھ سکتا ہے جس کی محرم رشتے داروں کی صورت میں اجازت ہے۔ چنانچہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر وہ دوسرے کی کنیز کے بالوں، اسکے پستان (سینے)، اسکے پستانوں، اسکے ہاتھ اور پاؤں کو دیکھے۔ کنیز عورت کے جن حصوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے وہ اسکا پیٹ یا کمر ہیں، اور وہ کچھ جو کہ اسکی ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔

اور عبد الرزاق اپنی کتاب المصنف میں ابن جریج (متوفی 150 ہجری) سے نقل کرتے ہیں (لنک):

عبد الرزاق عن ابن جریج قال بلغنی عن إشیاء من إہل المدینۃ ان النمر علی الإمام إذا حضن ولیس علیہن الجلابیب
ترجمہ:

ابن جریج کہتے ہیں کہ مدینے کے شیوخ کے مطابق جب باندی لڑکی کو حیض آنا شروع ہو جاتا تھا تو وہ سروں پر خمار (سرکاسکارف) لیتی تھیں، لیکن جلباب نہیں لیتی تھیں (جو کہ سر کے ساتھ سینے اور پورے جسم کو ڈھانپتی تھی)۔

اور سعودی مفتی اعظم البانی اپنی کتاب ارواء الغلیل میں لکھتا ہے (لنک):

حدثنا علی بن مسہر عن المختار بن قفل عن انس بن مالک قال: "دخلت علی عمر بن الخطاب لہ قد کان یعرفہا لبعض المهاجرین اوالانصار، وعلیہا جلباب متقصبہ، فسالہا: عتقت؟ قالت: لا. قال: فما بال الجلباب؟! ضعیہ عن راسک، إنما الجلباب علی الحرائر من نساء المؤمنین، فتکاکت، فقام الیہا بالدرۃ، ففرض بہا راسہا حتی إلقته عن راسہا".

قلت: وہذا سند صحیح علی شرط مسلم.

ترجمہ:

صحابی انس ابن مالک کہتے ہیں: کسی مہاجر یا انصار کی باندی عمر ابن خطاب کے پاس اس حالت میں آئی کہ اس نے جلباب پہنی ہوئی تھی (جلباب: وہ چادر جو سر کو ہی نہیں بلکہ ننگے سینوں کو بھی ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتی تھی)۔ عمر نے اس سے کہا: "کیا تمہیں آزاد کر دیا گیا ہے؟" اُس نے کہا: "نہیں۔" اس پر عمر نے کہا: "تو پھر اس جلباب کو سر سے اتار دو کیونکہ جلباب صرف آزاد مسلم عورت کے لیے ہے۔" باندی نے جلباب کو اتارنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا، تو اس پر عمر اٹھے اور انہوں نے اس باندی کو درے سے مارنا شروع کر دیا اور اس کے سر پر ضرب لگائی حتیٰ کہ باندی نے جلباب اتار پھینکا۔

البانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر 'صحیح' ہے۔

اور تو اور کنیز باندیوں کے لیے نماز میں بھی حجاب نہ تھا۔ امام ابن حزم اپنی کتاب المحلی میں نقل کرتے ہیں (لنک):

لا یستحی من ان یطلق ان للمملوكة ان تصلی عریانة یری الناس شذیبا و خاصر تھا
ترجمہ:

امام ابو حنیفہ کو یہ کہنے میں کوئی تامل نہ تھا کہ کنیز باندی عریاں ہو کر نماز پڑھے گی اور لوگ اس کی کھلی چھاتیوں اور پیٹھ کو دیکھ سکتے ہیں۔

اور سعودی مفتی اعظم شیخ عثیمین کتاب الشرح المتع (لنک) میں لکھتا ہے:

الائنة۔ ولو بالغة۔ وہی المملوكة، فعور تھا من السرة إلى الرکبة، فلو صلت الائنة مکشوفة البدن ما
عدا ما بین السرة والرکبة، فصلا تھا صحیحة، لائنة سترت ما یجب علیها سترہ فی الصلاة.
ترجمہ:

ایک باندی، چاہے وہ بالغ ہو اور کسی کی ملکیت میں ہو، اس کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے، اور اگر وہ اس حالت میں نماز پڑھے کہ ناف اور گھٹنوں کے درمیان کے علاوہ اس کا بقیہ پورا جسم ننگا ہو، تب بھی اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس نے اس جگہ کو ڈھانپ رکھا ہے کہ جس کی نماز میں ضرورت ہے۔

کیا آپ کو اسلام کے عورت کے حوالے سے 2 انتہاؤں پر جاتے دو غلے رویے نظر آتے ہیں؟

• ایک طرف مسلمان آزاد عورت کے نام پر عورت پر اتنی شدید پابندیاں لگائیں کہ وہ فقط آنکھ کھلی رکھ کر باہر نکل سکتی ہے، اور بقیہ ہاتھوں میں دستانے ہوتے ہیں اور پاؤں میں جرابیں۔

• مگر دوسری طرف کثیر باندی کے نام پر اسلام نے عورت کو اتنا تنگ کیا کہ 1400 سال تک اسلامی معاشروں میں (بشمول جناب محمد کے دور کے) سینکڑوں ہزاروں کثیر باندیاں ننگے سر اور ننگی چھاتیوں میں پھر رہی ہوتی تھیں، ان پر آوازیں کسی جاتی تھی، لفنگا لوچر پن دکھا کر انہیں اذیت دی جاتی تھی۔

اسلام کا ظلم: مالک چاہے تو باندی سے پیدا ہونے والے اپنے ہی بیٹے/بیٹی کے نسب سے انکار کر کے انہیں ولد الحرام (حرامزادہ) بنادے

کیا کوئی باپ واقعی اپنی اولاد کو خود حرامزادہ بنا سکتا ہے؟ اور یہی نہیں، بلکہ حرامزادہ بنا کر اپنا ہی غلام/باندی سکتا ہے؟ اور یہ ہی نہیں، غلام اور باندی بنا کر اپنے ہی بیٹے اور بیٹی کو آگے بازاروں میں نیلام کر کے پیسہ کما سکتا ہے؟

یقیناً انسان ایسا سوچ کر ہی کانپ جاتا ہے۔ مگر اسلام میں ایسا ہے کیونکہ محمد صاحب نے غلامی کے معاملے میں اہل کتاب کی موسوی شریعت کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا کیونکہ ان قوانین سے زیادہ پیسہ بنتا تھا۔

سنن ابن ماجہ، وراثت کا بیان (لنک):

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بچہ کا نسب اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے ملایا جائے اس طرح کہ اس کے وارث اس کے مرنے کے بعد یہ دعویٰ کریں کہ یہ اس کا بچہ ہے تو آپ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جو بچہ ایسی باندی سے ہو جو بوقت صحبت اس کی ملکیت میں تھی تو اس بچے کا نسب اس شخص سے مل جائے گا... لیکن اگر باپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی باندی سے پیدا ہونے والے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو پھر اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا۔
البانی نے اس روایت پر حسن کا حکم لگایا ہے (لنک)۔

یہی روایت سنن ابوداؤد میں عمرو بن شعیب سے نقل ہوئی ہے، اور اس پر بھی حسن کا حکم ہے (لنک)

امام سرخسی اپنی کتاب مبسوط السرخسی میں لکھتے ہیں (لنک):

وولد إمام الولد ثابت من المولى ما لم ينه نأته فراش له وقال عليه الصلاة والسلام الولد للفرش ولكن ينتقى عنه بمجر النفي عندنا
ترجمہ:

باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کو صرف اس وقت مالک سے جوڑا جائے گا جب وہ مالک اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ باندی اس کے ساتھ ہمبستر ہوئی۔ پھر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ بچے کا نسب مالک سے اس صورت میں نہیں جڑے گا اگر مالک اس کا انکار کر دے۔

اور امام ابن ہمام اپنی کتاب فتح القدير میں لکھتے ہیں (لنک):

إمام الولد بسبب إن ولد بها، وإن ثبت نسبه بلاد عوة ينتقى نسبه بمجر نفيه، بخلاف المنكوحه لا ينتقى نسب ولدها إلا باللعان
ترجمہ: کنیز باندی کا بچہ، جس کی ولدیت اگر بغیر کسی ثبوت کے بھی ثابت ہو سکتی ہو، مگر اگر مالک اس کا انکار کر دے تو بچے کا نسب جاری نہ ہوگا اور یہ حکم (آزاد عورت سے کیے گئے) نکاح کے برخلاف ہے جہاں ایک بچے کی ولدیت سے اُس وقت تک انکار نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ "لعان" کی منزل نہ طے کر لی جائے۔

اور امام شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار میں لکھتے ہیں (لنک):

وروى عن ابى حنيفة والثوري وهو مذهب الهاديّة إن الأمة لا يثبت فراشها إلا بدعوة الولد ولا يكفي الإقرار بالوطئ، فإن لم يدعه كان ملكاً له
ترجمہ: ابی حنیفہ سے مروی ہے اور الثوری سے بھی اور یہ ہادیویہ مذہب ہے کہ کنیز باندی کے بچے کا نسب باپ (مالک) کے دعوے کے بغیر ثابت نہیں ہوتا، اور فقط ہمبستری کر کے وطن کرنا کافی نہیں ہے۔ اور اگر وہ (مالک باپ) نسب کا دعویٰ نہیں کرتا تو پھر وہ بچہ اُس (مالک باپ) کے لیے غلام بن جائے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری، جلد 6، کتاب الدعوی (لنک) میں ہے:

اگر مسلمان کی ام ولد (وہ باندی جس سے مالک کی اولاد ہو جائے) مجوسی یا مرتد ہے تو اس کا بچہ مالک کو لازم نہیں ہے۔

انکار کی صورت میں مالک کا اپنا ساگ بیٹا اور بیٹی ولد الحرام (حرامزادے) بند جاتے ہیں اور باپ اپنے ہی بیٹے/بیٹی کو بطور غلام/باندی آگے بیچ سکتا ہے۔

کیا آپ کو کسی بھی پہلو سے اپنی اولاد کو غلام/باندی بنانے کا حکم کسی علیم و حکیم اللہ کی دانشمندی کا نتیجہ نظر آرہے ہیں؟

مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ایسا علیم و حکیم اللہ تو موجود نہ تھا، بلکہ محمد صاحب اپنی طرف سے وحی کا ڈرامہ کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے زمانے کے کفار کے غلامی کے اصولوں کو اللہ کے نام پر جاری کر دیا۔

اگر محمد صاحب کفار کی بجائے یہود و نصاریٰ کے غلامی کی اصولوں کی ہی پیروی کر لیتے تب بھی اسلامی شریعت میں اپنی ہی اولاد کو غلام/باندی بنا لینے کے احکامات نہ آ پاتے۔

مالک کی مرضی ہے وہ جب چاہے غلام سے اسکی بیوی چھین کر اسکے ساتھ سیکس شروع کر دے

نہ صرف یہ کہ نکاح جیسی ضرورت پوری کرنے کے لیے غلام اپنے مالک کے پورے رحم و کرم پر ہے، بلکہ نکاح کے بعد بھی مالک کی مرضی ہے کہ وہ جب چاہے بیوی بچوں کو علیحدہ بیچ ڈالے اور غلام کے خاندان کا شیرازہ بکھیر دے۔ اور جب چاہے غلام کی بیوی کو اس سے چھین کر اسکے ساتھ سیکس شروع کر دے۔

صحیح بخاری، کتاب النکاح (نکاح، تصویریں امیج)

وَقَالَ اَنَسُ: { وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ } ذَوَاتُ الْاَرْوَاجِ الْحُرَّاءُ حَرَامٌ اِلَّا مَا مَلَكَتْ لَيْمًا تَكْمَلًا
يَرَى بَأْسًا اِنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَةً مِنْ عَبْدِهِ.
ترجمہ:

حضرت انس بن مالک نے فرمایا: قرآنی آیت "وَمَالِكُتْ اِيْمَاكُم (سورۃ النساء)" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی لونڈی اسکے غلام کے نکاح میں ہو تو اس کو غلام سے لے کر خود اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔

کیا یہ ہی غلاموں کے وہ حقوق ہیں کہ جن کا اسلام ڈھنڈھوڑا بیٹھتا ہے؟

کنیز باندی کو اس کے کچھ ماہ کے چھوٹے بچے سے علیحدہ کر کے بیچ دینا

Sachaaai.Com

اسلامی شریعت

جب بچے کے 2 دانت نکل آئیں، تو پھر مالک باندی ماں کو بچے سے جدا کر کے دوسرے شخص کو بیچ سکتا ہے



ولا يفرق بين الام وولدها في البيع حتى يشغر

اور کنیز عورت کو بچے سے علیحدہ کر کے اس وقت تک نہ بیچا جائے جب تک بچے کے دو دانت نہ نکل آئیں
(الرسالہ، فقہ امام مالک)

امام عبداللہ ابن ابی زید اپنے مالکی فقہ کے رسالے میں لکھتے ہیں (نکب):

ولا يفرق بين الام وولدها في البيع حتى يشغر.

ترجمہ:

اور کنیز کا مالک اپنی اس کنیز عورت کو اپنے بچے سے علیحدہ اس وقت تک کسی اور کے پاس نہیں بیچ سکتا جب تک کہ اس چھوٹے بچے کے دو دانت نہ نکل آئیں۔

ہر ماں اس پر صرف خون کے آنسو ہی بہائے گی اگر اس کے 8 مہینے کے بچے کو اس سے جدا کر کے غلامی کے بازاروں میں بیچ ڈالا جائے۔

یہی بچوں سے علیحدہ کر کے ان کی ماؤں کو بیچنے کی بات اس حدیث میں بھی موجود ہے:

سنن ابن ماجہ (لنک):
 جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَرَّارِنَا وَأُمَمَاتِ أَوْلَادِنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا حَتَّى لَا نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا.
 ترجمہ:

صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم اپنی باندی عورتوں اور ام الولد باندیوں کو رسول اللہ کے عہد میں (بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچ ڈالتے تھے، اور ہم انہیں بیچنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے۔
 اس روایت کو بھی سعودی مفتی البانی نے "صحیح" قرار دیا ہے (لنک)

یہ ایک لائن کا چھوٹا سا فتویٰ نہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ ہے۔ وہ تاریخ کہ جس میں اسکی وجہ سے لاکھوں نہیں بلکہ کڑوڑوں کنیز ماؤں اور غلام باپوں کو 1400 سالوں میں انکے بچوں سے جدا کر ڈالا گیا۔ کنیز ماں کو تو پھر بچے کے 2 دانت نکلنے تک بچے کے ساتھ رہنے دیا گیا، مگر غلام باپ کو تو یہ حق بھی نہ دیا گیا، اور باپ کو تو بچے کی پیدائش سے قبل یا فوراً بعد جب جی چاہا بیچ ڈالا۔ غلام ماں باپ کا کوئی خاندان نہیں، کوئی اولاد پاس نہیں جو بڑھاپے میں انکا سہارا بنے۔
 اور صحابہ کے دور کے ایک عیسائی شخص (CE 640) نے مسلمانوں کے قتل و خون، اور ماؤں سے ان کے بچوں کو چھیننے اور دیگر انسانی جرائم کی صورت حال یوں بیان کی ہے (لنک):

They take the wife away from her husband and slay him like a sheep. They throw the babe from her mother and drive her into slavery; the child calls out from the ground and the mother hears, yet what is she to do?...They separate the children from the mother like the soul from within the body, and she watches as they divide her loved ones from off her lap, two of them go to two masters, herself to another[...] Her children cry out in lament, their eyes hot with tears. She turns to her loved ones, milk pouring forth from her breast: "Go in peace, my darlings, and may God accompany you."
 — [Seeing Islam As Others Saw It: A Survey and Evaluation of Christian, Jewish and Zoroastrian Writings on Early Islam, Robert G. Hoyland\[51\]](#)

نوٹ:

اسلام عذر خواہ ابن ماجہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے باندی اور اس کے بچے میں جدائی حرام کی ہے:

سنن ابن ماجہ (نک):

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو ماں بیٹے، اور بھائی بھائی کے درمیان جدائی ڈال دے۔
تخریج الحدیث: (ضعیف) « (سند میں ابراہیم بن اسماعیل ضعیف راوی ہیں)

ان اسلام عذر خواہوں کی بددیانتی یہ ہے کہ یہ ساتھ میں یہ نہیں بتاتے کہ یہ روایت باندی اور اس کے بچے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ آزاد ماں اور بیٹے کے متعلق ہے، اور دوسرا یہ کہ یہ روایت خود ان کے اپنے سٹینڈرڈز کے حساب سے ضعیف ہے۔

غلام کی پوری فیملی ”خاندان“ مالک کے رحم و کرم پر تھی

اسلامی شریعت کے مطابق:

- غلاموں کو اجازت ہی نہ تھی کہ وہ خود سے شادی کر کے اپنی فیملی قائم کر سکیں۔
- غلام اپنی فیملی کی تکمیل کے لیے مکمل طور پر مالک کے رحم و کرم پر تھے۔
- اگر کوئی غلام مالک کی مرضی کے بغیر باندی سے اس کی مرضی سے شادی کر لیتا تھا، تب بھی ایسی شادی کو اسلامی شریعت ”زنا“ کہتی تھی، اور اس پر غلام اور باندی کو کوڑوں کی سزا دیتی تھی۔
- اگر مالک رحم کھا کر غلام کی شادی اپنی کسی باندی سے کر بھی دیتا تھا، تب بھی مالک کو مکمل اجازت ہوتی تھی کہ وہ غلام کا خاندان تباہ کرتے ہوئے کسی بھی وقت باندی کو اپنے تصرف میں لا کر اس کے ساتھ سیکس شروع کر دے۔
- اور اگر باندی کے ہاں بچہ بھی پیدا ہو جاتا تھا، تب بھی مالک ایسی فیملی کو توڑ ڈالتے تھے، اور جب بچہ 6 مہینے کا ہو جاتا تھا (دودانت نکل آتے تھے) تو مالک بچے کو ماں سے جدا کر کے غلامی کے بازاروں میں بیچ ڈالتا تھا۔

• اور غلام باپ کے پاس تو یہ حق بھی نہ تھا کہ وہ اپنے بچے کو ایک دن بھی اپنے پاس رکھ پاتا، بلکہ مالک تو اس کو بچے کی پیدائش سے قبل بھی اس سے جدا کر کے بیچ سکتا تھا۔

• عموماً مالک اپنی باندیوں کی شادی صرف ایسے غلام سے ہی کرتے تھے جو کہ صحتمند اور خور و ہوتا تھا، تاکہ جب بچہ پیدا ہو، تو وہ بھی صحتمند ہو، تاکہ اسے بیچ کر مالک خوب پیسہ کما سکے۔ کیا آپ نے دیکھا کہ مولیٰ شیوں کے فارم میں ایک تنومند بیل کو صرف اسی غرض سے رکھا جاتا ہے کہ وہ صحتمند کٹے فراہم کرے۔ یہی حال اسلام نے غلاموں کا بھی کیا ہوا تھا، جہاں باندی عورتوں کو مالک گائے کی طرح بچے پیدا کرنے، اور اس کے بعد انہیں بیچنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

اس سیٹ اپ میں بوڑھے مالک تنومند جوان غلام سے پہلے باندی کا اس کی مرضی کے بغیر ریپ کرواتے تھے، اور جب صحتمند بچہ پیدا ہو جاتا تھا، تو پھر غلام سے باندی کو واپس چھین کر، خود اس کا ریپ کر کے جنسی ہوس کا ٹھیل شروع کر دیتے تھے۔

یہ ہی وہ فائدے تھے کہ جس کی وجہ سے محمد صاحب نے یہود و نصاریٰ کی موسوی شریعت کو نظر انداز کیا، اور اس معاملے میں غیر مذہب عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا۔

اسلام نے بوڑھے قیدیوں کو قتل کروادیا، کیونکہ وہ بطور غلام کام کاج نہیں کر سکتے تھے

محمد صاحب نے دشمن کے بوڑھے افراد کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، چاہے انکا تعلق شہری آبادی سے ہی کیوں نہ ہو، اور انکا جنگ میں کوئی حصہ نہ بھی ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کیونکہ وہ بطور غلام کام کے قابل نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں بیچ کر پیسے ملتے بلکہ انکا وہ مالک پر بوجھ ہوتے۔

سنن ترمذی، کتاب، کتاب السیر (لنک):

عن سمرۃ بن جندب إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقتلوا شیوخ المشرکین واستحبوا شر خنم والشرخ الغلمان الذین لم ینبتوا قال ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن صحیح غریب ورواہ الحجاج بن إریطۃ عن قتادۃ نحوہ
ترجمہ:

حضرت سمرۃ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا: "مشرکین

کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دوالبتہ ان کے (نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"

اس روایت کے عربی لفظ "شرح" کا مطلب وہ بچے جن کے زیرِ ناف بال نہ اگے ہوں۔ یہ روایت کئی طریقوں سے نقل ہوئی ہے اور 'صحیح' ہے (لنک)۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو 'حسن صحیح غریب' کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہی حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی روایت کی ہے۔

ظلم کی یہ داستان پڑھتے ہوئے، کیا آپ کو ان بوڑھے لوگوں کی چیخیں سنائی دے رہی ہیں، جو کہ ذبح ہوتے وقت ان کے حلق سے نکل رہی تھیں؟

مالک اپنے غلام کو مار مار کر قتل کر دے تب بھی مالک پر کوئی حد نہیں

الامان۔۔۔

1. چاروں ائمہ متفق ہیں کہ مالک اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس پر کوئی دیت ہے اور نہ ہی کوئی قصاص۔

2. یہ امام کہتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کے غلام کو بھی کوئی آزاد مسلمان قتل کر دے تو اس پر قصاص میں وہ آزاد شخص قتل نہیں کیا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ آزاد اور غلام کے رتبے میں فرق ہے۔

3. ائمہ کے نزدیک کسی دوسرے کے غلام کے قتل کی سزا یہ ہے کہ 'آدھی' دیت کی رقم بطور جرمانہ ادا کر دی جائے۔ اور یہ آدھی دیت اس مقتول غلام کے بیوی بچوں کو نہیں ملے گی بلکہ غلام کے مالک کو ملے گی۔

امام ابو حنیفہ کے مطابق اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر دیتا ہے تو جواب میں مالک کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ میں ہے (لنک):

ولا يقتل الرجل عبده ولا مدمره ولا مكاتبه ولا بعد ولده
ترجمہ: آزاد مرد کو اپنے غلام کو قتل کرنے کے جرم میں جواباً قتل نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی مدمر غلام کو قتل کرنے پر اور نہ ہی مکاتب غلام کے قتل کرنے پر۔

بقیہ تین آئمہ حنبلی، مالکی اور شافعی کے نزدیک اپنے غلام کے ساتھ ساتھ اگر آزاد مسلمان کسی دوسرے شخص کے غلام کو بھی قتل کر ڈالتا ہے تب بھی اسکو قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا۔

امام القرطبی نے اپنی مشہور تفسیر (آیت 2:178) کے ذیل میں اس سلسلے میں فقہاء کی آراء کو جمع کر دیا ہے **(لنک)**:

والجہور من العلماء لا يقتلون الحر بالعبد، للتنويع والتقسيم في الآية. وقال ابو ثور: لما اتفق جميعهم على إنه لا قصاص بين العبيد والآخرار فيا دون النفوس كانت النفوس احرى بذلك...

ترجمہ: اور جہور علماء کا موقف ہے کہ آزاد مسلمان کو کسی بھی غلام کے قتل کرنے کے جواب میں ہرگز قتل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اوپر موجود آیت میں ان آزاد اور غلام کی تقسیم یوں کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابو ثور نے کہا: اور علماء کی اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ غلاموں اور آزاد مردوں کے درمیان کوئی قصاص نہیں ہے کیونکہ غلام رتبے میں آزاد مردوں سے کم ہیں۔۔۔

اور امام عبد اللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے)، وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں **(لنک)**:

ولا يقتل حر بعبد ويقتل به العبد ولا يقتل مسلم بكافر ويقتل به الكافر ولا قصاص بين حر وعبد في جرح ولا بين مسلم وكافر۔۔۔ ومن قتل عبدا فعليه قيمة

ترجمہ: ایک آزاد مرد کو ایک غلام کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص کو قتل کر دے تو غلام کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر آزاد شخص نے مار مار کر کسی غلام کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر کوئی تلافی نہیں۔ اسی طرح آزاد شخص نے کسی کافر کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر بھی کوئی تلافی نہیں۔۔۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کے غلام کو قتل کر دیا ہے تو صرف اس غلام کی قیمت ادا کی جائے گی۔

اور امام شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں **(لنک)**:

وكذلك لا يقتل الرجل الحر بالعبد بحال، ولو قتل حر ذي عبد امّو من لم يقتل به۔

ترجمہ: اور کوئی آزاد شخص ایک غلام کو قتل کرنے پر کسی بھی صورت قتل نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر ایک آزاد کافر ذمی بھی ایک مسلمان غلام کو قتل کر دے تو تب بھی اس ذمی کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

اور فقہ کی کلاسیکل کتاب 'عمدة السالك وعدة الناسك' میں درج ہے (لنک):

ولا تجب الدية بقتل الحرابي والمردة ومن وجب رجمه بالسينة او تحت قتلته في المحاربة ولا على السيد بقتل عبده.

ترجمہ: اگر کسی حربی شخص (ایسی قوم کا شخص جن کی مسلمانوں سے دشمنی ہے) کو قتل کر دیا ہے تو اس پر دیت کی رقم ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور مرتد کے قتل پر بھی دیت نہیں، اور پتھروں سے رجم ہونے والے کی بھی دیت نہیں، اور اسکی بھی دیت نہیں جسے جنگ کے دوران قتل کرنا لازمی تھا، اور ایک مالک پر اپنے غلام کو قتل کر دینے پر بھی کوئی دیت نہیں۔

اور حنبلی فقہ کی مشہور کتاب الانصاف میں لکھا ہے (لنک):

وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَا زَنْدٌ وَلَا حَرْبٌ بِعَبْدٍ وَلَا مَذْهَبٌ بِمَذْهَبٍ وَلَا صَاحِبٌ
ترجمہ: ایک مسلمان کو کسی کافر کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ اسلام سے پھر کر مرتد ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اور اسی طرح آزاد شخص کو غلام کو قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ ہی بلا شک و شبہ صحیح مذہب ہے جس پر صحابہ کا ایمان تھا۔

اسلام سے ہزار سال قبل ہی قدیم یونان میں اگر کوئی شخص دوسرے کے غلام پر تشدد کرتا تو اس کا مالک جرمانہ وصول کر سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام پر ظلم کرتا تو کوئی بھی آزاد شہری اس معاملے کو عدالت تک لے جاسکتا تھا۔ سقراط کہتا ہے کہ سوائے قانونی تفتیش کے کسی بھی غلام کو موت کی سزا نہ دی جاسکتی تھی۔ ایستھنز میں ڈریکو کے آئین کے تحت غلام کو قتل کرنے کی سزا بھی موت ہی مقرر کی گئی (لنک)۔

نوٹ:

اسلام عذر خواہ عام عوام کو دھوکہ دینے کے لیے 2 روایات پیش کرتے ہیں جو کہتی ہیں کہ غلام کو قتل کر دینے پر آزاد مسلمان کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ دونوں روایات "ضعیف" ہیں۔ اسی وجہ سے چاروں ائمہ کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔

پہلی روایت (لنک): "رسول نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے۔" سعودی مفتی اعظم البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے (لنک)۔

دوسری روایت (لنک): "رسول نے غلام کو قتل کرنے والے شخص کو 100 کوڑے مارے۔" امام البانی نے اس پر بہت ضعیف کا حکم لگایا ہے (لنک)

غلاموں کی گواہی قابل قبول نہیں

الامان۔۔ کیا غلام انسان نہیں؟ اگر انسان ہیں تو پھر انکی گواہی قبول کیوں نہیں؟

ابن تیمیہ، فتاویٰ، جلد 35، صفحہ 409:

امام شافعی، مالک اور ابو حنیفہ جو کہ فقہائے اسلام ہیں، کہتے ہیں کہ غلام کی گواہی قابل قبول نہیں۔

امام شافعی، کتاب احکام القرآن، جلد 2، صفحہ 142:

اور گواہی ہم آزاد مردوں کی طرف سے ہونی چاہیے، غلاموں کی طرف سے نہیں، اور آزاد مرد بھی وہ جن کا تعلق ہمارے دین سے ہو (یعنی غیر مسلم کی گواہی قابل قبول نہیں چاہیے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو)۔
غلام اور کنیز اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتے

امام عبداللہ ابن ابی زید اپنے مالکی فقہ کے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

ولا تجوز شهادة المحدث ولا شهادة عبد ولا صبي ولا كافر

ترجمہ:

ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں جس پر حد جاری ہوئی ہو، یا پھر غلامی کی گواہی، یا پھر کمسن بچے کی گواہی یا پھر کافر کی گواہی قابل قبول نہیں۔

ایک حدیث میں ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جہاں رسول اللہ کے سامنے ایک باندی عورت نے بچوں کو دودھ پلانے (رضاعت) کے معاملے میں گواہی دی تھی جسے رسول نے قبول کیا تھا۔ لیکن علماء کے نزدیک یہ استثنائی معاملہ تھا جہاں ایسے چھوٹے معاملات میں ایک آزاد یا غلام عورت کی گواہی قابل قبول ہوتی ہے جو کہ عورت کے جسم کے متعلق ہوتے ہیں۔ مثلاً باندی عورت کہے کہ وہ حیض سے پاک ہے تو اس کا نیا مالک اس کی گواہی قبول کر کے اس سے مباشرت کر سکتا ہے۔

اس ایک واقعہ کے علاوہ قرآن یا لاکھوں حدیثوں میں ایک بھی ایسا واقعہ درج نہیں جہاں غلاموں کی گواہی کا ذکر ہو۔ یہ خود ثبوت ہے کہ اسلام میں غلام کی گواہی قابل قبول نہیں۔

اور اگر کسی صورت مان بھی لیا جائے کہ اللہ غلام کی گواہی کو قبول کرتا ہے، تو پھر اللہ پر "انتہائی غیر ذمہ داری" کا الزام آتا ہے کہ اللہ نے اپنی تعریفیں بیان کر کے قرآن کے 30 سپارے بھر دیے، مگر غلاموں و باندیوں کے حقوق کے متعلق ڈھنگ سے ایک صفحہ بھی قرآن میں نازل نہ کر سکا، جس کا خمیازہ اگلے 1400 سالوں تک کڑوڑوں غلاموں اور باندیوں کو بھگتنا پڑا اور انکی گواہیاں قبول نہ ہوئیں۔

اگر غلام نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی تو زنا کے جرم میں اسے کوڑے مارے جائیں گے

غلاموں کی کوئی "پرائیویٹ" زندگی نہیں، کیونکہ اسلام کے مطابق وہ "انسان" ہی نہیں، بلکہ جانوروں اور انسانوں کے درمیان کوئی شے ہیں۔

سنن ابوداؤد، کتاب النکاح (نک):

حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قَتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ بَغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهُ فَزِنَاكَهُ بَاطِلٌ"
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جب غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔"

سنن ترمذی (نک):

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إيماء عبد تزوج بغير إذن مولاه فهو عاهر
ترجمہ: جس نے مالک کے اذن کے بغیر شادی کی، وہ زانی ہے۔

تمام مسلمان فقہاء کا اس پر اجماع ہے۔ امام ابن قیم، امام ابن حزم، ابن تیمیہ، امام مالک، ان سب نے لکھا ہے کہ اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرتا ہے تو یہ زنا ہے اور غلام کو سزا میں کوڑے مارے جائیں گے، اسے اسکی بیوی سے علیحدہ کر دیا جائے گا، اور وہ عورت بھی زانیہ ٹھہرے گی کیونکہ رسول اللہ کا فرمان ہے کہ جس نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی وہ فاحشہ ہے۔

کیا اب بھی مسلمان دعویٰ کرتے رہیں گے کہ اسلام نے غلاموں کو تمام "انسانی حقوق" عطا کیے ہیں؟

غلاموں کے فرار روکنے کے لیے اسلام کے ظلم کی وہ انتہا کہ جہاں کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا

تاریخ میں ہر جگہ فرار ہو جانے والے غلاموں پر بہت جسمانی ظلم کیا جاتا تھا، تاکہ وہ ایک نمونہ بن سکے اور دوسرے غلام ظلم برداشت کرتے رہیں، مگر فرار یا بغاوت کا نہ سوچیں۔ لیکن فرار کے نام پر ظلم کے جو دریا اسلام نے بہائے، اس انتہا پر کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا۔ غلاموں کے فرار اور بغاوت کو روکنے کے لیے محمد صاحب نے ظلم کا ”دہرا“ نظام تخلیق کیا۔

پہلا نظام: مالک کو اجازت دی کہ وہ دیگر جسمانی سزاؤں کے ساتھ ساتھ مفرو غلام کو ”ذبح“ بھی کر ڈالے تو یہ سزا بھی حلال اللہ ہے۔ جریر نامی صحابی نے اپنے فرار ہونے والے غلام کو ذبح کر ڈالا تھا۔

دوسرا نظام: مگر فرار اور بغاوت کا راستہ روکنے کے لیے محمد صاحب نے ساتھ میں ”نفسیاتی ہتھکنڈہ“ بھی اپنایا کہ جو غلام بھی فرار ہونے کی کوشش کرے گا، تو وہ لاکھ نمازیں پڑھے مگر اللہ اس کی نماز قبول نہ کرے گا، بلکہ اللہ کی نظر میں وہ کافر اور مرتد ٹھہرے گا، اور قیامت میں دوزخ کی ابدی آگ میں جلایا جائے گا۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان (نک):

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، يَعْنِي ابْنَ عَلِيٍّ - عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ، أَنَّ سَمْعَةَ يَقُولُ "لَيْمَّا عَبْدُ الْبَقِ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْنَا"

ترجمہ:

جریر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: "جو غلام بھی اپنے مالک سے بھاگ جائے، تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا، حتیٰ کہ وہ واپس اپنے مالک کے پاس نہ آجائے۔"

سنن نسائی، کتاب تحریم الدم میں ہے کہ صحابی جریر نے اپنے فرار ہو جانے والے غلام کی گردن ذبح کر کے اتار دی (نک):

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا بَقِيَ الْعَبْدُ لَمْ يَقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ وَإِنْ مَاتَ كَافِرًا". وَإِلَّا بَقِيَ غُلَامٌ لَجَرِيرٍ فَأَخَذَهُ فَضْرَبَ عَنْقَهُ.

ترجمہ:

رسول اللہ فرماتے ہیں: "اگر کوئی غلام فرار ہو جاتا ہے، تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی، اور

اگر وہ مر گیا تو وہ کفر کی موت مرے گا (چاہے وہ کلمہ شہادت پڑھتا رہے)۔ جریر کا ایک غلام بھاگ گیا۔ تو جب وہ پکڑا گیا تو جریر نے اسے ذبح کر کے اسکی گردن اتار دی۔ سنن نسائی کی اس روایت پر محدثین نے "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

غلام کو مرتے وقت وصیت کا حق نہیں کیونکہ اسے جائیداد رکھنے کا حق نہیں

امام ابن حزم، المحلی، جلد 6، حصہ 9 میں لکھتے ہیں (لنک)

غلام کو مرتے وقت وصیت لکھنے کا حق نہیں اور نہ ہی وہ کوئی بھی چیز کسی دوسرے کے نام کر سکتا ہے کیونکہ اس کے تمام ترکے پر مالک کا حق ہے۔

انسانی تاریخ میں غلامی کے خلاف 200 کے قریب بڑی تحریکیں، مگر ایک بھی مسلم تحریک نہیں

انسانی شعور نے بیسویں صدی میں جا کر غلامی سے نجات حاصل کی۔ مگر کیا آپ کو علم ہے کہ انسانی تاریخ میں غلامی کے خلاف پوری دنیا میں 200 کے قریب بڑی تحریکیں چلیں۔ ان سب کی تفصیل آپ اس لنک پر پڑھ سکتے ہیں۔

[https://en.wikipedia.org/wiki/](https://en.wikipedia.org/wiki/Timeline_of_abolition_of_slavery_and_serfdom)

[Timeline_of_abolition_of_slavery_and_serfdom](https://en.wikipedia.org/wiki/Timeline_of_abolition_of_slavery_and_serfdom)

مگر محمد صاحب نے غلامی کو حلال اللہ اور شریعت کے قانون کے نام پر انسانی شعور کو یوں موت کے گھاٹ اتارا کہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں وسیع و عریض اسلامی سلطنت میں کبھی بھی غلامی کے خلاف ایک تحریک بھی نہیں اٹھی۔

ان 200 تحریکوں کی طویل لسٹ میں ایک بھی مسلم تحریک موجود نہیں۔ کیا یہ کوئی تعجب کی بات ہے؟

اسلام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا مذہبی سسٹم اتنا جامد ہے کہ اسلام کی اصلاح (Reformation) ناممکن ہے۔ اس کا ایک ثبوت آپ اس غلامی کے مسئلے میں دیکھ سکتے ہیں کہ جہاں خود تو کبھی عالم اسلام سے کبھی کوئی تحریک نہ اٹھ پائی، اور جب غیر مذہبی مغربی ممالک نے یہ تحریک بیسویں

صدی میں عالمی سطح پر چلائی، تو غلامی کے خاتمے کی سب سے زیادہ مخالفت عالم اسلام کی طرف سے ہی کی گئی۔

اسلام عذر خواہ: مغرب کے انسانیت کے علمبرداروں نے فقط اس لیے غلامی کا خاتمہ کیا کیونکہ مشینی انقلاب آچکا تھا اور غلاموں کی ضرورت نہ رہی تھی

یہ عقل سے عاری دلیل اور فقط بہتان تراشی ہے۔ یقینی طور پر یورپ میں غلامی کے خلاف تحریک کا مشینی انقلاب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یورپ نے 15 ویں صدی کے بعد مذہب سے چھٹکارا پانا شروع کر دیا اور اسی وقت سے غلامی کے خلاف تحریک بھی یورپ میں زور پکڑتی گئی (لنک)۔

یہ یورپ میں غلامی کے خلاف چلنے والی تحریکوں کی طویل لسٹ ہے۔ مگر مسلمانوں کے لیے یہ انتہائی شرم و ذلت کا مقام ہے کہ اس پوری طویل لسٹ میں غلامی کے خلاف ایک بھی تحریک مسلمانوں کی طرف سے نہیں اٹھی۔

اس طویل لسٹ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یورپ کے کئی علاقوں اور ممالک نے 17 ویں اور 18 ویں اور 19 ویں صدی میں ہی غلامی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ جبکہ 'پوری دنیا' میں غلامی کا خاتمہ فقط 20 ویں صدی میں جا کر ممکن ہوا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ بیسویں صدی تک یورپی اقوام بہت مضبوط ہو چکی تھیں اور انہوں نے تقریباً پوری دنیا اور اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ فقط اسکے بعد انہیں کامیابی ہوئی کہ وہ پوری دنیا سے اس لعنت کا خاتمہ کر سکیں۔

اور یقینی طور پر بیسویں صدی کے آغاز میں اتنی زیادہ آٹومیشن نہیں ہوئی تھی کہ غلاموں اور مزدوروں کی ضرورت ختم ہو جائے۔ بلکہ اسکا الٹ درست ہے کہ صنعتی انقلاب کے بعد تولید ورک کے لیے غلاموں اور مزدوروں کی مانگ میں کمی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔

افسوس کہ اسلام عذر خواہ خود تو کوئی انسانیت والا کام نہیں کر سکتے، مگر جو دوسرے لوگ انسانیت کی بھلائی اور خدمت کریں، تو اس میں وہ ہزار کیڑے نکال سکتے ہیں۔

عراق میں غلامی: کیا داعش قصور وار؟

ایک چیز ہے مسئلہ۔ اور دوسری چیز ہے "ام المسائل" (مسئلوں کی ماں)

ام المسائل وہ کہ جس کے بطن سے یہ سارے مسئلے و فتنے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔

یزدی عورتوں کے باندیاں بنانے پر سارا قصور داعش کے سرپر ڈال دیا گیا۔ حالانکہ یہ داعش نہیں، بلکہ 100 فیصد اصل قصور وارت بذاتِ خود مذہب ہے۔

داعش کھل کر کہتی ہے کہ جو مسلمان کہتے ہیں کہ آج غلامی ختم ہو چکی ہے، تو ایسے مسلمان پکے 'کافر' ہو چکے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی شریعت میں سے ایک 'حلال اللہ' کو اپنی جانب سے 'حرام' کر رہے ہیں۔

یہ داعش نہیں، بلکہ بذاتِ خود اللہ کا دعویٰ ہے کہ "شریعت" بنانے والا فقط اللہ ہے، اور کسی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ شریعت میں کوئی رد و بدل کرے۔ اور جو ایسا کرے گا، تو وہ تو پکا کافر ہے۔

(القرآن 5:44) لَمْ يَكُنْ لَكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَاوَدَ بِكُمْ هُمْ الْكَافِرُونَ

ترجمہ:

اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں

داعش کی اس دلیل کے سامنے سارے مسلمان بے بس ہیں۔ انکے پاس دور دور تک کوئی جواب نہیں۔

وارننگ: اسلامی ریاست قائم ہوتے ہی غلامی دوبارہ جاری ہو جائے گی

یاد رکھئے! جب بھی اس دنیا میں کہیں اسلامی خلافت قائم ہوئی، تو 'جہاد' پھر سے جاری ہو گا۔ اور جہاد کے ساتھ لازمی طور پر غلامی بھی دوبارہ وہی عروج حاصل کرے گی جو اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں اسے حاصل رہا۔

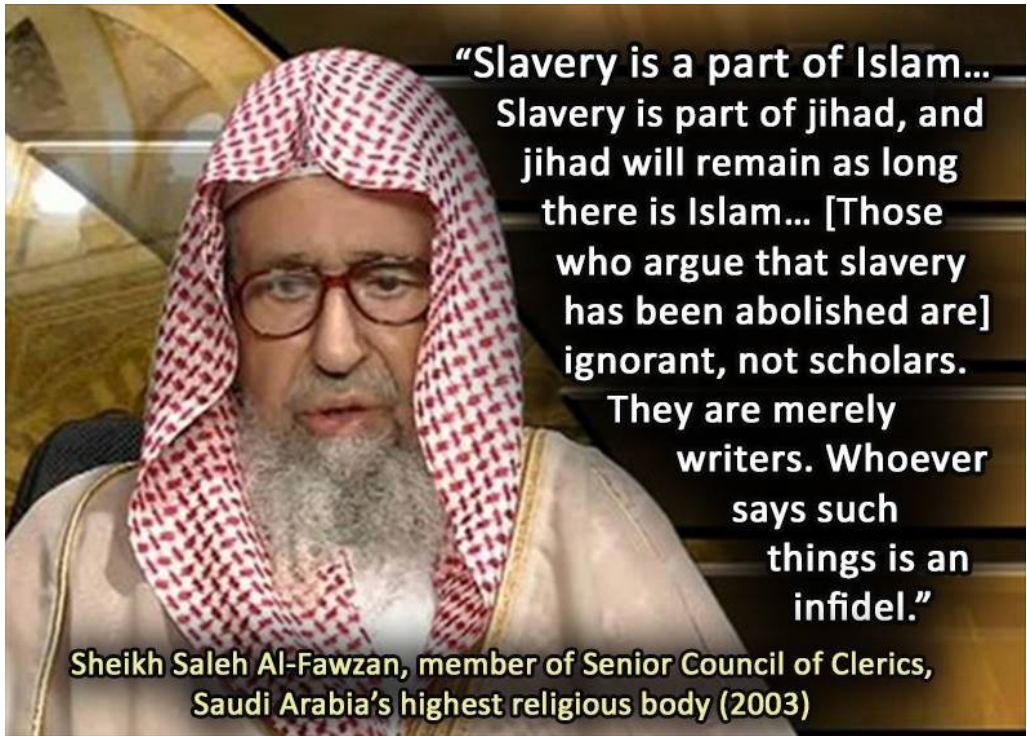
اسلام کے مطابق صرف اللہ کو حق ہے کہ وہ شریعت کو بنائے اور اس میں کوئی رد و بدل کرے۔ اگر کوئی مسلمان اگر آج شریعت کے اصولوں میں تبدیلی کرتا ہے، تو وہ کافر ہے۔ چونکہ غلامی کو اللہ نے اسلامی شریعت میں حلال کیا ہے، چنانچہ کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ اس حلال اللہ کو حرام کرے۔ اسی وجہ سے داعش ان مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں جو غلامی پر پابندی کے قائل ہیں۔

یہی اصول آپ کو سعودیہ کے مفتی شیخ صالح الفوزان کے فتوے میں ملے گا، جہاں وہ کھل کر کہہ رہا ہے کہ جہاد کے جاری ہوتے ہی غلامی بھی جاری ہو جائے گی، اور جو اسکی مخالفت کرے گا، وہ کافر ہے۔ (شیخ صالح

الفوزان سعودیہ کی مفتیوں کے اس بورڈ کے ممبر ہیں جو سعودیہ میں سب سے بلند تر مذہبی ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے۔)

https://en.wikipedia.org/wiki/Saleh_Al-Fawzan

In the tape he was quoted as saying, "Slavery is a part of Islam ... Slavery is part of jihad, and jihad will remain as long there is Islam." As for the modernist interpretation that Islam totally abolished slavery, he dismissed its exponents saying, "They are ignorant, not scholars. ... Whoever says such things is an infidel."



اگر غلامی کا خاتمہ ممکن نہ تھا، تو کم از کم اسلام انہیں یہ 'بنیادی انسانی حقوق' ہی دے دیتا

مسلمانوں کا بہانہ ہوتا ہے کہ اُس وقت کے معیشت کے حالات کے تحت غلامی کا خاتمہ ممکن نہ تھا۔ چنانچہ ہمارا سوال ہے کہ اگر معیشت کی وجہ سے غلامی کا مکمل خاتمہ نہ بھی کیا جاتا، تب بھی غلاموں اور باندیوں کو بنیادی انسانی حقوق دینے میں کوئی رکاوٹ تھی جو اسلام اس میں بھی ناکام رہا؟ مثلاً:

- پیغمبر اسلام یہ حکم دے دیتے کہ کنیز باندیوں کے جو ایک مرتبہ سیکس بالجبر کرے گا، تو وہ عارضی جنسی تعلق کے بعد انہیں آگے نہیں بچ سکتا۔ کسی صحابی نے پیغمبر اسلام کے اس حکم کی مخالفت نہیں کرنی تھی کیونکہ یہود و نصاریٰ میں یہ احکام پہلے سے موجود تھے جہاں ایک مرتبہ کنیز باندی سے سیکس بالجبر کے بعد اس کنیز باندی کی حیثیت بیوی کی طرح کی ہو جاتی تھی اور اسے آگے نہیں بچا جاسکتا تھا۔ مسلمان مستقل طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے اس مذہب معاشرے کا مطالعہ کرتے تھے کیونکہ یہ مسلمانوں کے آس پاس آباد تھے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام تو یہ تک نہیں کر سکے۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ اس کے پاس طاقت نہیں تھی۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ پیغمبر اسلام کی 'انیت' نہیں تھی۔

- پیغمبر اسلام چاہتے تو کنیز باندیوں کو وہ آزاد مسلم عورتوں کی طرح حجاب کرنے کی اجازت دے سکتے تھے۔ اس میں دور دور تک کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ مگر ہوا یہ کہ اسلامی ریاست میں اگر کوئی کنیز باندی غلطی سے حجاب لے لیتی تھی تو اسلامی شریعت کے مطابق سوٹیاں مار مار کر اس کے سر سے حجاب کھینچ لیا جاتا تھا۔

- پیغمبر اسلام چاہتے تو وہ حکم دے سکتے تھے کہ کنیز باندیوں کو ننگے پستانوں سیکڑوں مردوں کے درمیان کھڑا کر کے انکی نیلامی نہ کرو۔ وہ کنیز باندیوں کے ستر میں ننگے سینے ڈھانپنے کا حکم جاری کر سکتے تھے اور صحابہ نے اس پر کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔ مگر نہیں، انہوں نے یہ بھی نہیں کیا۔

- اسی طرح وہ غلاموں کو حق دے سکتے تھے کہ انکی گواہی عدالت میں قابل قبول ہے۔ اس پر بھی صحابہ نے کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔

- وہ غلاموں کو حق دے سکتے تھے کہ انکا آقا انہیں مار پیٹ نہیں سکتا، انکا قتل نہیں کر سکتا۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے شریعت دی تو یہ دی کہ اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر ڈالے تو مالک پر کوئی حد نہیں ہے۔

- پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ غلاموں کو خود سے اپنی شادی کرنے کی اجازت ہے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے حکم دیا جو غلام خود سے نکاح کرے، اس نے زنا کیا۔
- پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ غلاموں کے پیدا ہونے والے بچے پیدائشی آزاد ہوں گے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے الٹا حکم دیا کہ غلاموں کے بچے بھی پیدائشی غلام ہوں گے۔
- محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ غلام اور کنیریں اپنے مال اور جاگیر رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ مگر نہیں، انہوں نے غلاموں کو اس حق سے محروم کر دیا۔
- محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ مالک کو اپنی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا انکار کرنے کی اجازت نہیں۔ اس سے اسلامی خلافت کے معاشی نظام میں کیا فرق پڑ جانا تھا؟
- پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ کسی کو پرائیویٹ غلام رکھنے کی اجازت نہیں، بلکہ تمام غلام "ریاست" کی ملکیت ہوں گے۔ (یاد رہے کہ اسلام سے سینکڑوں سال پہلے کفار معاشروں نے یہ اصلاحات کی تھیں کہ غلاموں کو فقط ریاست کی ملکیت قرار دے دیا تھا۔ مثلاً ڈریکو کے آئین (BC 621) میں غلاموں کو ریاست کی ملکیت قرار دیا گیا۔ سوائے ریاست کے اب انہیں کوئی اور موت کی سزا نہ دے سکتا تھا۔ حوالہ کے۔ ایس۔ لال۔ آئین لک)۔
- محمد صاحب کم از کم غلامی کے بازاروں کا تو خاتمہ کر سکتے تھے کہ جہاں بے چاری باندی عورتیں نہ صرف کہ نیم برہنہ ہوتی تھیں، بلکہ خریدار مردان کے پرائیویٹ نسوانی اعضاء کو بھی ٹٹول ٹٹول کر چیک کر رہے ہوتے تھے۔
- اگر اشوکا اسلام سے 1000 سال قبل ہی غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر سکتا تھا، تو پھر محمد صاحب یا پھر بعد میں آنے والے عمر ابن خطاب اور دیگر طاقتور مسلمان حکمران اور خلفائے غلامی کے ان بازاروں کا خاتمہ کیوں نہیں کرتے ہیں؟
- بلکہ اس کالٹ ہوا۔ ان طاقتور اسلامی حکمرانوں اور حکومتوں نے تو غلامی کے بازاروں کو چار چاند لگا دیے۔
- محمد صاحب کم از کم غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ ہی غلاموں کی "تجارت" پر ہی پابندی لگا دیتے۔ مگر محمد صاحب نے تو خود یہودی قیدی خواتین کو (جو کہ اللہ پر ایمان رکھتی تھیں) کفار کے ہاتھوں بچ ڈالا تاکہ یہ کفار ان اللہ پر ایمان رکھنے والی خواتین کا ربپ کر سکیں۔

تاریخ طبری، جلد دوم، غزوہ بنو قریظہ کے واقعات:

اس کے بعد سعد بن زید کو رسول اللہ نے بنو قریظہ کی یہودی قیدی عورتوں دے کر نجد بھیجا تاکہ وہ ان کو بیچ کر اس کی قیمت سے گھوڑے اور اسلحہ خرید لائیں۔ ان کی عورتوں میں سے رسول اللہ نے ریحانہ بنت عمرو کو خود اپنے لیے انتخاب فرمایا۔ یہ آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہیں۔

- مسلم ریاستوں میں غلامی کے بازار اپنے وقت میں پوری دنیا میں اپنی چکاچوند کے لیے مشہور تھے، اور مسلمان عوام اور مسلمان حکومتوں، دونوں کے لیے کمائی کا بہت بڑا سورس تھے۔ مگر غلامی سے کمائی کا سورس تو زیادہ بڑا فتنہ تھا بہ نسبت دیگر چوری اور ڈکیتی جیسے جرائم سے کمائی جانے والی دولت کے۔

- محمد صاحب اگر چاہتے تو وہ غلامی کے ادارے کو مضارعت کے نظام سے بدل کر غلاموں کو ہر طرح کے بنیادی انسانی حقوق مہیا کر سکتے تھے، جیسا کہ بعد میں آنے والی بدھسٹ حکومتوں نے صرف انسانیت کے نام پر اپنی انسانی عقل استعمال کرتے ہوئے غلامی کے نظام کو ختم کر کے مضارعت کے نظام سے بدل ڈالا۔

اگر عام بدھسٹ حکومتیں معاشی نظام میں تبدیلی لا کر غلامی کا خاتمہ کر سکتی تھیں، تو پھر محمد صاحب اور دیگر طاقتور مسلم حکمرانوں نے پھر مضارعت کا نظام جاری کر کے غلامی کا خاتمہ کیوں نہیں کیا؟

کہا جاتا ہے کہ۔۔۔ جہاں چاہ، وہاں راہ۔

محمد صاحب غلامی کا خاتمہ، یا پھر غلاموں کو بنیادی انسانی حقوق دینے سے اس لیے قاصر رہے کیونکہ انکی خواہش ہی غلامی کے خاتمے کی نہیں تھی۔ بلکہ وہ تو خود غلامی کے ادارے کو معیشت کے لیے بطور سورس آف انکم اور دیگر غیر انسانی فوائد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔

پیغام بس اتنا ہی ہے کہ اپنے اندر اٹھتی انسانیت کی چیخوں کی آوازوں کو سنیے۔ فقط ناموس مذہب کی خاطر انکا گلانہ گھونٹئے۔

باندی کا ریپ کروا کے مالک کا پیسہ کمانا

مسلمانوں کا کہنا ہے کہ برصغیر میں بازارِ حسن کی رونق شیعہ متعہ تھی۔

مگر یہ بات تاریخی طور پر درست نہیں ہے۔ بازارِ حسن کی رونق کبھی بھی شیعہ متعہ نہیں رہا، کیونکہ برصغیر کی شیعہ کمیونٹی میں کبھی بھی متعہ کا رواج نہیں تھا۔ بلکہ برصغیر کے بازارِ حسن کی رونق ہمیشہ سے اسلامی شریعت کا وہ فتنہ ہے کہ جس کی وجہ سے باندی لڑکیوں کی سیکس کی خاطر بازاروں میں کھل کر خرید و فروخت ہوتی تھی اور انکا متعہ کی طرح کے عارضی جنسی تعلق میں ریپ کروانا حلال اللہ تھا۔

سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق (نک):

ایک انصاری کی کنیز رسول کے پاس آئی اور کہا: میرا مالک مجھے بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ اس پر اللہ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی: اور اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ عفت و پاکدامنی چاہتی ہیں۔ (القرآن 24:33)

قرآن کا مصنف صرف بدکاری نہ کروانے کی نصیحت کر سکا، مگر ان مالکوں کو پھر بھی سزا نہ دے سکا، کیونکہ اس نے تو خود باندیوں کو بے بس و لاچار، ان کی خرید و فروخت، ان کو آدھا ننگا رکھنا، انکا مختلف بہانوں سے ریپ حلال کر رکھا تھا، اور مالک کو آزادی تھی کہ وہ ان کے مرضی کے برخلاف ہی نہ صرف یہ کہ خود ان کا ریپ کر سکتا تھا، بلکہ انہیں ان کے مرضی کے برخلاف اپنے غلام یا دوسرے لوگوں سے بھی پیسے کے عوض عارضی طور پر بیاہ سکتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جتنے آپ کو کوٹھے ملیں گے، انڈیا سے لیکر پاکستان تک، انکی تاریخ آپ اٹھا کر دیکھ لیں یہاں پر بچیوں کو اغوا کر کے یا پھر غلامی کے بازاروں سے خرید کر لایا جاتا تھا اور بطور کنیز باندی کے انہیں رکھا جاتا تھا اور پھر ان سے گانے و ناچ وغیرہ کروائے جاتے تھے۔ باقاعدہ انکی قیمتیں لگتی تھیں اور یہ عورتیں (کنیز) بکتی تھیں۔ یہ بازار عرب معاشرے سے شروع ہوئے اور پچھلی صدی تک جاری رہے۔ مصر، تیونس، مراکش، انڈونیشیا وغیرہ ایسے بہت سے مسلمان ممالک ہیں جہاں پر اہل تشیع آبادی موجود ہی نہیں ہے، مگر اسکے باوجود وہاں صدیوں سے فتنہ خانے اور بازارِ حسن موجود ہیں اور تمام برائیاں وہاں موجود ہیں۔ اب اسکا الزام شیعہ متعہ پر کیسے لگائیں گے؟

پیغمبر اسلام کی باندیوں کی تعداد:

خدیجہ کے وقت تک اسلام کمزور تھا۔ چنانچہ نبوت کا دعویٰ کر دینے کے باوجود پیغمبر اسلام کی نہ تو کوئی اور بیوی تھی اور نہ ہی کوئی کنیز عورت۔ مگر جوں جوں اسلام قوت پکڑتا گیا، توں توں پیغمبر اسلام کی بیویوں اور کنیز عورتوں کا اضافہ ہوتا چلا گیا۔

بیویوں کے متعلق تو مسلمان بہانہ بناتے ہیں کہ قبائل کو یکجا رکھنے کے لیے اللہ نے اجازت دی (حالانکہ یہ جھوٹ ہے)۔ بہر حال، آج تک مسلمان یہ نہیں بتلا سکے کہ اتنی کثیر تعداد میں کثیر عورتوں سے پیغمبر اسلام نے تعلق قائم کیوں کیا؟

امام ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں محمد صاحب کی 21 باندیوں کی لسٹ فراہم کی ہے ([لنک](#)):

1. ربة اللہ بنت رزینہ

2. اُمیمہ

3. برکتہ ام ایمن

4. حفصہ

5. خلیسہ

6. خولہ

7. رزینہ

8. رضوی

9. ریحانہ بنت شمعون

10. سائبہ

11. سدیسۃ الانصاریہ

12. سلانہ

13. سلمیٰ

14. سیرین

15. عتقودہ

16. فروہ

17. لیلیٰ

18. ماریہ القبطیہ

19. میمونۃ بنت سعد

20. میمونۃ بنت ابی عنبسة

21. ام عیاش

رسول کی یہ 21 باندیاں تو وہ ہیں کہ جن کے متعلق روایات اور تفصیلات ابن کثیر جمع کر سکے۔ ورنہ اصل تعداد اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔

مثلاً جب پیغمبر اسلام کے سامنے صفیہ کی خوبصورتی کا ذکر ہوا تو پیغمبر نے 7 باندی عورتوں کو دے کر خوبصورت صفیہ کو اپنے لیے حاصل کر لیا۔

صحیح مسلم، کتاب النکاح، حدیث 1007 (نک):

جنگِ خیبر کے بعد دحیہ (صحابی) کے حصے میں ایک خوبصورت باندی (صفیہ) حصے میں آئی۔ جب رسول کے سامنے صفیہ کی خوبصورتی کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے دحیہ کو 7 جانوں (باندی عورتیں) کو دے کر ان سے خوبصورت صفیہ کو خرید لیا۔

محمد صاحب نے ”ذاتی زندگی“ سے غلامی کی غیر انسانی فقیح رسم کو ختم کیوں نہیں کیا؟

جب کبھی سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اسلام نے غلامی کو یکنخت کیوں نہیں ختم کیا، تو جواب ملتا ہے کہ اُس وقت کی معیشت کا انحصار غلاموں اور لونڈیوں پر تھا اور اس طریق عمل سے عرب میں شدید خانہ جنگی شروع ہو جاتی۔ لہذا آنحضرت نے غلامی کا رواج جاری رکھا۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ آنحضرت اپنی ”ذاتی زندگی“ میں بذاتِ خود کیوں اس غیر انسانی فقیح رسم سے تاحیات استفادہ حاصل کرتے رہے؟

اگر آپ اپنی ذاتی زندگی میں ہی غلامی سے برات کا اظہار کر دیتے تو اسلام کے نام پر یہ دھبہ نہ لگتا۔

اور پھر اگر کسی حکمران کے دور میں معیشت کے حالات بہتر ہوتے، تو وہ آپ کی ذاتی زندگی کو مشعلِ راہ بنا کر غلامی کی کچھ بچ کئی کر پاتا۔

یا پھر کچھ مسلمان ہی آپ کی ذاتی زندگی کو مشعل راہ بنا کر کم از کم اپنے گھروں سے غلامی کا خاتمہ کر ڈالتے۔

سچائی یہ ہے کہ محمد صاحب نے نہ تو اپنی ذاتی زندگی میں غلامی کی اس قبیح رسم سے استفادہ کرنا چھوڑا، اور نہ ہی معیشت کے بہتر ہو جانے پر غلامی کے کسی بھی قسم کے خاتمے کی کوئی ہدایات دیں۔

اسلام میں غلامی کے قوانین یہود و نصاریٰ کے کلچر اور عرب کلچر کا ملغوبہ تھے

مسلمان علماء دوسرا دھوکا یہ دیتے ہیں کہ وہ غلامی کے نام پر فقط کفار عرب سے اسلام کا تقابل کر رہے ہوتے ہیں۔ نہیں، اس وقت سر زمین عرب پر فقط کفار ہی موجود نہ تھے، بلکہ یہودی اور عیسائی بھی موجود تھے جنکے ہاں بلا شک و شبہ غلامی کی حالت اسلام میں غلاموں کی حالت سے کہیں بہتر تھی۔

اسلام میں غلامی کے قوانین اور کچھ نہیں سوائے کفار اور اہل کتاب کی غلامی کے ملغوبہ کے (یعنی انسانیت کے حوالے سے کچھ بہتر قوانین تو اہل کتاب سے لے لیے گئے مگر بہت سے قوانین کفار کے تہذیب کے جاری رکھے گئے جن میں سے اکثریت انتہائی ظالمانہ اور انسانیت کی تحقیر و تضحیک پر مشتمل قوانین تھے)۔

منکر حدیث قرآنست حضرات سے مکالمہ:

جب بھی ہم اسلام پر تنقید کرتے ہیں تو قرآنست حضرات آ کر اسلام کا دفاع شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں باندیوں کے متعلق ایسا کچھ نہیں ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں قرآنست حضرات سے کسی بھی مسئلے پر کوئی ثانوی ڈسکشن کرنی ہی نہیں ہے کیونکہ قرآنست حضرات دو غلے سٹینڈرڈز کے حامل ہیں۔ حدیث اور تاریخ میں جو چیز انہیں پسند آتی ہے، اسے فوراً مان لیتے ہیں، جبکہ جو چیز اسلام کا عیوب کا پردہ فاش کرتی ہے، اس کا قرآن کے نام پر انکار کر دیتے ہیں۔

چنانچہ قرآنست حضرات سے ہماری ڈسکشن صرف اور صرف ایک ہی "بنیادی" سوال کے متعلق ہے۔

آپ قرآنست حضرات سے ہمارا بنیادی سوال ہمیشہ سے یہ ہے کہ قرآن تو پھر ایک نامکمل اور ناقص کتاب کھلائے گی کیونکہ یہ کتاب تو اس قابل تک نہیں کہ دل و جان سے اپنے پر ایمان رکھنے والے پچھلے

1400 سالوں میں آنے والے اربوں مسلمانوں کی رہنمائی کر پاتا کہ قیدی عورتوں کا ریپ انسانیت کے خلاف ہے۔

یاد رکھئے کہ پچھلے 1400 سالوں کے یہ مسلمان دل و جان سے اس قرآن پر ایمان رکھتے تھے، اور انہوں نے اپنی پوری زندگیاں اس پر غور و فکر کرنے پر لگا دیں، مگر اس کے باوجود پھر جمیع کے جمیع مسلمان گمراہ ہو کر باندیوں کے ریپ کو حلال اللہ بنا بیٹھے۔

پھر تو قرآن کا اپنا دعویٰ جھوٹا پڑ گیا کہ اللہ نے اس کی آیات کو آسان، واضح اور روشن بنایا ہے۔

قرآن جیسی ضخیم کتاب کو اللہ نے اپنی بڑائی اور بزرگی کے دعوؤں کی تکرار سے بھر دیا، مگر انسانی حقوق، اور خاص طور پر باندیوں کے انسانی حقوق، جو کہ اتنے زیادہ اہم تھے کہ ان پر ظلم کے سب سے زیادہ پہاڑ توڑے جا رہے تھے، مگر آپ کے اللہ کو پھر بھی خیال نہ آیا کہ وہ اس قرآن جیسی ضخیم کتاب میں باندیوں کے حقوق کے حوالے سے واضح احکامات کو بیان کر دے۔

اللہ کی اس لاپرواہی کی سزا پھر ان کڑوڑوں باندیوں کو اگلے 1400 سالوں تک بھگتنی پڑی۔

اور صرف غیر مذہبی انگیزوں نے آ کر ان باندیوں کو اس عظیم ظلم سے نجات دلائی۔

چنانچہ قرآنسٹ حضرات سے صرف اور صرف اس بنیادی سوال پر ہی مکالمہ ہو سکتا ہے، بجائے کہ غلامی جیسے ثانوی معاملات کے۔

قدیم ایران میں غلامی اسلام سے بہتر

ایران کے بادشاہ سائرس اعظم (کوروش اعظم) کا زمانہ (1200 سال قبل از اسلام) تو مہاتما بدھ سے بھی پہلے کا ہے۔ مگر اس نے بھی فقط انسانیت کے نام پر ہی غلامی کے خاتمے کے لیے بے تحاشہ کام کیا (لنک)۔ حتیٰ کہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں خود ایران کے اس بادشاہ کی غلامی اور انسانیت کے حوالے سے بھرپور تعریفیں کرتے ہوئے لکھا:

Cyrus was praised in the [Tanakh](#) (Isaiah 45:1–6 and [Ezra 1:1–11](#)) for the **freeing of slaves, humanitarian equality** and costly reparations he made.

Reference:

https://en.wikipedia.org/wiki/Cyrus_the_Great

اور 1971 میں اقوام متحدہ نے اعلان کیا کہ سائرس اعظم نے انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ "انسانی حقوق کا چارٹر" دنیا کو دیا، جس میں تمام قوموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی اور تمام حقوق برابری کی بنیاد پر حاصل تھے (لنک)۔

اسلام کی آمد سے قبل ایران میں ساسانی حکومت قائم تھی۔ اس حکومت کے غلامی کے متعلق قوانین ملاحظہ کیجئے جو کہ ایک بار پھر اسلامی غلامی سے کہیں بہتر تھے:

[https://en.wikipedia.org/wiki/](https://en.wikipedia.org/wiki/Slavery_in_Iran#Sassanid_Laws_of_Slavery)

[Slavery in Iran#Sassanid Laws of Slavery](https://en.wikipedia.org/wiki/Slavery_in_Iran#Sassanid_Laws_of_Slavery)

1) The slaves were captured foreigners who were non-Zoroastrians.

2) The ownership of the slave belonged to the man.

3) The owner had to treat the slave humanely; violence toward the slave was forbidden. In particular beating a slave woman was a crime.

4) If a non-Zoroastrian slave, such as a [Christian](#) slave, converted to [Zoroastrianism](#), he or she could pay his or her price and attain freedom.

5) If a slave together with his or her foreign master embraced Zoroastrianism, he or she could pay his slave price and become free.

To free a slave (irrespective of his or her faith) was considered a good deed.^[14] Slaves had some rights including keeping gifts to them and at least three days of rest in the month.^[15] The law also protected slaves, including: No one may inflict upon slaves a fatal punishment for a single crime... Not even the king himself may slay anyone on the account of one crime.

^[16]

تو پھر بتلایئے کہ اسلام نے آ کر غلامی کے حوالے سے وہ کونسی انقلابی تبدیلیاں کیں کہ جنکا ہر جگہ مسلمان ڈھول پیٹ رہے ہوتے ہیں جبکہ اسلامی غلامی کہیں بدتر تھی بدھسٹوں کے نظام کے مقابلے میں، یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں، ایران کی ساسانی حکومت کے مقابلے میں، آج کے ماڈرن دور کے مقابلے میں جہاں غلامی مکمل طور پر مٹ گئی۔

مسلمانوں کو چیلنج: مہاتما بدھا کا نظام بہتر۔۔۔ یا پھر محمد صاحب اللہ کا نظام بہتر؟

مہاتما بدھا، انکے پیروکار اشوکا اور بعد میں آنے والی بدھ حکومتوں نے انسانیت کے نام پر غلامی کے بازاروں کو ختم کر ڈالا، اور پھر غلامی کے نظام کو مضارعت (مزروری) کے نظام سے بدل کر ہر غلام کو "آزاد" انسان کے برابر حقوق دے دیے۔

اللہ! محمد صاحب نے تو یہ اہلیت بھی نہ دکھائی کہ وہ غلامی کے بازاروں کو ختم کر پاتے کہ جہاں باندیوں کو ننگا کر کے شہوت پرست مردوں کے سامنے کھڑا کر دیا جاتا ہے اور پھر انہیں بھیڑ بکریوں کے طرح گاہک ٹٹول ٹٹول کر بیچتے ہیں۔ اگر آپ میں واقعی "انسانیت" کی رمت بھی موجود ہے، تو اس کے بعد آپ اسلام کو خیر آباد کہہ دیں گے۔

یہ شرف صرف مہاتما بدھا کی تعلیمات کو حاصل ہے کہ جہاں بدھ سلطنتوں میں غلامی کا مکمل طور پر خاتمہ ہوا۔

یاد رہے کہ مہاتما بدھا بھی کسی خالق ہستی کے منکر اور 'مِلحد' تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیمات کو کسی ان دیکھے فرشتے کی وحی قرار نہیں دیا، بلکہ کہا کہ یہ تعلیمات وہ مراقبہ اور غور و فکر اور انسانی عقل استعمال کرنے کے بعد دے رہے ہیں۔

تو ہے کوئی مسلمان جو اس چیلنج کو قبول کرے اور ثابت کرے کہ محمد صاحب اللہ کا غلامی کا نظام مہاتما بدھا کی تعلیمات سے زیادہ بہتر تھا؟

اسلام تو ایک طرف رہا، یہود و نصاریٰ تک غلامی اور انسانیت کے حوالے سے مہاتما بدھا اور اشوکا کا مقابلہ نہیں کر سکتے کہ جنہوں نے غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر ڈالا تھا۔

مسلمانوں کی کنیز باندیوں کی نیم برہنہ تصاویر

اوپر مکمل حوالے درج ہیں کہ اسلامی معاشرے میں کنیز باندیوں پر حجاب کی پابندی تھی اور انہیں نیم برہنہ کر کے فروخت کے لیے پیش کیا جاتا تھا اور یوں ہی وہ نیم برہنہ معاشرے میں گھومتی تھیں۔ مگر آج کے مسلمانوں کو پھر یقین نہیں آتا اور وہ انہیں مصور کی تخیلاتی تصاویر قرار دیتے ہیں۔ ان کے لیے یہ کیمرے سے لی گئی اصل تصاویر پیش خدمت ہیں۔

Muslims, the last people to abolish slavery under pressure from the West.

Arabic translated Memes



Picture is a (child) slave completely naked while
she pours water for her master to pray.
Tunis 1910

صفحة ٤



رقم ٣



رقم ٢



رقم ١

واكرر اعتذاري ولكن لا مجال للجنس في موضوعي ولكن للعلم وعندى
عشرات الصور من الرسم والفونوغرافيا الحيه حتى لا احد يشكك ولا
يقول شخص اصل هؤلاء عبيد هذه كانت الاعراف الاجتماعية عندهم مثل
اليوم يوجد في اوروبا شاطئ العراه وهل العبيد كان الله يقول لهم اظهروا
صدوركم الم يكونوا من خلق الله وما ظنكم بالله رب كل الناس والآية لكل
النساء



**Arab Slave Merchant with a
Female Slave, Cairo, c.1864**



La grande piscine à Brusa (The great bath at Bursa Turkey) - Jean-Léon Gerome (1885)

مسلمان خلفاء اور باندیاں :

سنہرے اسلامی دور کی سنہری باتیں :

مسلمان سلاطین نے بڑے بڑے 'حرم' بنا کر لاتعداد عورتوں کے باڑے بنائے۔ خلیفہ المتوکل کے پاس چار ہزار خواتین تھیں۔ کہا جاتا تھا، خلیفہ ان سب سے متمتع کر چکا تھا۔ سپین کے عبدالرحمان سوم کے حرم میں چھ ہزار تین سو کنیریں تھیں۔ جو شاہی عیش سامانیوں کے لئے جمع کی ہوئی تھیں۔ عثمانی خلفاء کے حرم میں کنیزوں کی تعداد تین سو سے بارہ سو تک رہتی تھی۔ ان عورتوں کی نگرانی پر سینکڑوں خواجہ سرا مقرر ہوتے۔ برصغیر میں بھی مسلمان بادشاہوں کے حرم میں سینکڑوں عورتیں ہوتی تھیں۔

یہ عورتیں بے حیثیت اور بے قدر ہوتی۔۔۔ زراساشک ہونے پر اس کا گلہ گھونٹ کر یا زہر دے کر مار دیا جاتا تھا۔ ان کنیزوں کا کوئی وارث رشتے دار نہیں ہوتا تھا۔ سلاطین عثمانیہ میں کنیزوں کو قتل کرنے کا طریقہ بورے میں ڈال کر سی دیا جاتا تھا۔ اور سمندر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ جب دل بھر جاتا، نئی کنیزوں کی کھیپ لانی ہوتی۔ تب بھی پچھلی کنیزوں کا قتل کر دیا جاتا۔ کنیریں وہ عورتیں ہوتی، جو 'اسلامی' جنگوں میں دوسری قوموں کی اٹھا کر لے آئی جاتی، یہ بد نصیب اور مصیبت زدہ عورتیں اپنے پیچھے بار بار یاد آنے والا ماضی اپنے عزیز واقارب اور اپنے محبت بھرے تعلقات چھوڑ کر آتی۔

منڈیوں میں بکتی، ذلت آمیز سلوک کا سامنا کرتی۔ ان کی حیثیت کھلونوں جیسی ہوتی۔ جس سے جنس کے مارے مسلمان امرا کھیلا کرتے۔ خاندانی بیوی اور کنیزوں کی چپقلش ہو جاتی۔ تب بھی ان کو قتل کروا دیا جاتا۔ ایک بار خلیفہ ہارون رشید کسی مغنیہ پر

فریفتہ ہو گیا۔۔۔ تو ملکہ زبیدہ نے اس کی توجہ ہٹانے کے لئے دس دوشیرہ کنیریں نذر کی۔ جب جنگیں نہ ہونے کی وجہ سے کنیزوں کی سپلائی رک جاتی، تو غلاموں اور کنیزوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنے والے عورتوں اور بچوں کو آس پاس کے قبائل سے پکڑ لاتے۔۔۔ بچوں کو گھڑ سواری، تیر اندازی، فن سپاہ گری میں طاق کیا جاتا اور اٹھائی گئی عورتوں کو بناوٹ کا ساز، خوش گلوئی، رقص اور موسیقی سکھائی جاتی۔ اور پھر ان کو

آقاؤں کے پاس بیچ دیا جاتا۔۔۔ انہی کنیزوں کے کئی بچے بعد میں بادشاہ اور امرا بنے۔۔۔ محمود غزنوی غلام کا بیٹا اور کنیز ماں کے بطن سے تھا۔۔۔

(سید نصیر شاہ۔۔ اسلام اور جنسیات)

ابن بطوطہ: ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کا ہندو شہزادیوں کو باندی بنا کر انکارپ کرنا

ابن بطوطہ نے جو اپنا سفر نامہ لکھا ہے، اس کا انگریزی ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کے متعلق لکھتا ہے:

(On the festivals of Eid) ... Then the musicians and dancers come in. First of all the daughters of the infidel Indian kings who have been taken as captives of war during that year and whom, after they have sung and danced, then Sultan presents to the amirs and to the distinguished foreigners, then after them the rest of the daughters of the infidels and these, after they have sung and danced, he gives to his brothers and kinsmen and relatives by marriage and to the sons of the maliks. The Sultan's session for this purpose takes place after the hour of afternoon prayer. Then on the next day also, after the hour of afternoon prayer, he holds a session after the same manner, to which are brought singing girls whom, after they have sung and danced, he gives to the amirs of the mamluks.

Online Reference:

[The Travels of Ibn Battuta, A.D. 1325-1354, Volume 3, page 667 and 668](#)

شیعہ فقہ میں کنیز باندی سے سلوک

کنیز باندی کے معاملے میں شیعہ سنی دونوں بھائی بھائی ہیں۔ غلاموں اور باندیوں کے متعلق جتنے بھی شرمناک احکامات سنی فقہ میں موجود ہیں، وہ تمام کے تمام شرمناک احکامات شیعہ فقہ میں بھی موجود ہیں۔ شیعہ فقہ میں بھی:

• قیدی عورت کا ریپ بعینہ ایسی ہی حلال ہے جیسا کہ سنی فقہ میں۔

• قیدی عورت کو باندی بنا کر اس کی خرید و فروخت حلال ہے۔

• باندی عورت کا پردہ نہیں ہے۔

• اگر عمر ابن خطاب باندیوں کو حجاب لینے پر مارتے تھے، تو شیعہ امام بھی باندی عورت کو حجاب لینے پر مارتے تھے اور عمر ابن خطاب کی طرح انہیں کہتے تھے کہ حجاب لے کرو آزاد مسلمان عورتوں کی برابر نہ کریں۔

• شیعہ فقہ میں بھی باندی کی کوئی حرمت نہیں۔

بحار الانوار کی یہ روایت دیکھئے:

129

و لم یخل سبیلها و رجل أبق مملوكة ثلاث مرات و لم یبعه و رجل مر بحائط مائل و هو یغیل إلیه و لم یسرع المشی حتی سقط علیہ و رجل أقرض رجلا مالا فلم یشهد علیہ و رجل جلس فی بیتہ و قال اللهم ارزقنی و لم یطلب

6- ب، [قرب الإسناد] ابن طریف عن ابن علوان عن الصادق عن أبیه (ع) أن علیا علیه الصلاة والسلام کان إذا أراد أن یتاع الجارية یکشف عن ساقیها فینظر إلیها

7- صح، [صحیفة الرضا علیه السلام] عن الرضا عن آبائه (ع) قال قال رسول الله (ص) إن الله تعالى غافر کل ذنب إلا من جحد مهرا أو اغتصب أجرا أو باع رجلا حرا

8- ضاء، [فقه الرضا علیه السلام] روی فی الجارية الصغيرة تشتري و یفرق بینها و بین أمها فقال إن كانت قد استغنت عنها فلا بأس

ابن طریف ؑ، ابن علوان ؑ، جعفر صادق ؑ، امام صاحب ؑ، ابو جعفر ؑ امام صاحب ؑ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب بھی کسی کنیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے کرتے تو وہ کنیز عورت کی ناگوں کو ظاہر کرتے، اور پھر وہاں کا معائنہ کرتے۔ بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۲۰

نیز یہی روایت شیخ زراقی نے مستند الشیعہ ج ۱۶ ص ۴۱ میں ؑ اور حمیری القمی نے قرب الاسناد ص ۱۰۳ پر ؑ اور سید علی الہیاطبائی نے ریاض المسائل ج ۱ ص ۶۲ پر ؑ اور حر العالی نے وسائل الشیعہ ج ۱۳ ص ۴۸ پر ؑ اور شیخ جوہری نے جواہر الکلام شرح شرایع الاسلام ج ۲ ص ۱۶۹ پر بھی نقل کی ہے۔

بحار الانوار آنلائن عربی:

ابن طریف، عن ابن علوان، عن الصادق، عن ابیہ علیہا السلام إن علیا علیہ الصلاة والسلام کان إذا اراد أن یمتاع الجاریۃ یکشف عن ساقبیا فینظر إلیہا ترجمہ:

امام صادق (ع) فرماتے ہیں کہ جب علی (ع) کسی باندی کو خریدنے کا ارادہ کرتے تو وہ باندی کی رانوں کو نگا کرتے اور اس کا معائنہ کرتے۔

شیعہ مذہب کے مطابق بھی باندی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ بحار الانوار (لنک):

ابن طریف، عن ابن علوان، عن الصادق، عن ابیہ علیہا السلام قال: إذا زوج الرجل یمتۃ فلا ینظرن إلی عورتہا، والعورۃ ما بین السرة إلی الركبة ترجمہ:

امام کہتے ہیں اگر کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دے تو وہ مالک پھر ایسی باندی کا ستر نہ دیکھے، اور باندی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔

اور وسائل الشیعہ میں درج ہے کہ ذمی عورت کی بھی باندی کی طرح کوئی "حرمت" نہیں ہے۔ وسائل الشیعہ (لنک):

۔ محمد بن یعقوب، عن علی بن ابراہیم، عن ابیہ، عن النوفلی، عن السکونی، عن ابی عبد اللہ (علیہ السلام) قال: قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ): لا حرۃ لנساء اہل الذمۃ إن ینظرن إلی شعورہن وایدیہن.

ترجمہ:۔۔ رسول اللہ نے فرمایا: اہل الذمہ کی عورتوں کی کوئی حرمت نہیں ہے اور ان کے بالوں اور ہاتھوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳۵۷) تمہیل نے فضیل سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا مولا میں آپ پر قربان ہمارے بعض اصحاب نے آپ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے برادر مومن کے لئے اپنی کنیز کی شرمگاہ کو حلال کر دے تو وہ اس برادر مومن کے لئے حلال ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اے فضیل۔ میں نے عرض کیا کہ پھر آپ کیا فرماتے ہیں ایک شخص کے متعلق کہ جس کے پاس ایک عمدہ نفس پاکیزہ کنیز ہے اس نے اپنے بھائی کے لئے اس کنیز کی شرمگاہ کو چھوڑ کر اور سب کچھ اس کے لئے حلال کر دیا تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ اس کنیز کی بکارت کو توڑے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس کے لئے بس اتنا ہی جائز ہے جتنا اس کے بھائی نے اس کے لئے حلال کیا ہے۔ اگر وہ کنیز کی شرمگاہ کو اس کے لئے حلال کئے ہو تو اس کی شرمگاہ کے سوا کوئی اور چیز اس کے لئے حلال نہ ہوتی۔ میں نے عرض کیا مگر اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کہ گو اس نے شرمگاہ کو چھوڑ کر اور ہر بات اس کے لئے حلال کی ہے مگر غلبہ شہوت کی وجہ سے وہ اس کی بکارت توڑ دے۔ آپ نے فرمایا یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا اگر وہ ایسا کر گزرے تو کیا وہ زانی قرار پائے گا؟ آپ نے فرمایا زانی نہیں لیکن خائن قرار پائے گا اور اس کنیز کی قیمت کا دسواں حصہ وہ مالک کو تاوان ادا کرے گا۔

شیعہ فقہ کے مطابق اگر "دخول" نہیں ہوا ہے تو پھر خالی باندی کے ننگے جسم سے کھینے اور لطف اٹھانے سے عدت واجب نہیں ہوتی، تو مالک باندی کو فوری طور پر دوسرے شخص کے لیے حلال کر سکتا ہے جو کہ اس کے ننگے جسم سے کھیل سکتا ہے۔

اور ائمہ اہلبیت کے متعلق بھی روایات میں درج ہے کہ عمر ابن الخطاب کی طرح وہ بھی باندی عورت کو حجاب لینے پر مارتے تھے:

([link](#)) and Alal Sharai ([link](#)) Wasail-us-Shia:

سألت أبا عبد الله (ع) عن المملوكة تقنع رأسها إذا صلت؟ قال لا قد كان أبي إذا رآي الخادمة تصلي في مقعته ضربها لتعرف الحرة من المملوكة

"I asked Aba `Abd Allah [al-Sadiq] (as) concerning the possession's covering of her head when she prayed? He replied: 'No! For when my father saw the female servant *praying* with a scarf on, he *hit* her; so that the free can be known from the possession."

And it is in Man La Yahduruh al-Faqih – the author al-Saduq – [1:373]
:and Wasail-us-Shia ([link](#)) that Imam al-Baqir said

ليس على المأمة قناع في الصلاة

"There is no cover for the slave girl during pray."

This report is declared “Sahih” by the Grand Ayatullah al-Sayyid Muhammad Sadiq al-Ruhani in Fiqh al-Sadiq [4:228]

In fact, it is narrated in Qadi Nu`man al-Maghribi’s Da`a’im al-Islam [1:177] and al-Nuri’s Mustadrak al-Wasa’il [3:217] that Ja`far al-Sadiq was asked about the permissibility for a slave girl to cover her head during :prayers and he replied

لا كان إني رضوان الله عليه إذا رأى إية تصلى وعليها مقنعة ضربها وقال يالك لا تتشبهى بالحرائر

“No, When my father, `alayh as-salam, saw a slave girl praying and she had a scarf on her, he hit her! And he

باب :- کنیزیوں کا استہرا (ان کے رحم کو پاک کرنا)

(۳۵۳۵) عبد اللہ بن قاسم نے عبد اللہ بن سنان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مامون نے ایک شخص سے ایک کنیز خریدی اور مجھے بتایا کہ وہ اسے کبھی مس نہ کرے گا جب تک اس کو حقیقہ نہ آجائے اور حقیقہ سے پاک نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا جب تک کہ اس کنیز کا استہرا ایک حقیقہ سے نہ ہو جائے جائز نہیں کہ اس سے جماعت کی جائے لیکن اس کی شرمگاہ کو چھو کر سب کچھ جائز ہے۔ وہ لوگ جو کنیزیں خریدتے ہیں اور ان کے استہرا کرانے سے پہلے ہی جماعت کرتے ہیں وہ خود اپنے مال سے زنا کرتے ہیں۔

(۳۵۳۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی ایسی کنیز جو ابھی بالغ نہیں (یعنی اس کو حقیقہ آنا شروع نہیں ہوا) یا ایسی بڑھیا ہو گئی جس کو اب حقیقہ آنا بند ہو گئے تو اگر اس کو استہرا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔

(۳۵۳۷) علاء بن محمد بن مسلم سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک کنیز خریدی جس کے مالک نے ابھی اس سے جماع کیا تھا کیا اس کے رحم کا بھی استہرا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ ایسی کنیز جس کو حقیقہ نہیں آیا اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا اس کا معاملہ مشکل ہے اگر وہ اس سے جماع کرتا ہے تو جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں اس کے اندر انزال نہ کرے میں نے عرض کیا کہ یہ کتنے دنوں میں ظاہر ہوگا؟ آپ نے فرمایا پینتالیس (۳۵) دنوں میں۔

باب :- ایک غلام اپنے مالک کی بغیر اجازت نکاح کرتا ہے

(۳۵۳۸) موسیٰ بن بکر نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے غلام نے اس کی اجازت کے بغیر ایک عورت سے نکاح کیا اور اس عورت سے دخول کیا پھر اس کے بعد اس کی اطلاع اپنے مالک کو دی۔ آپ نے فرمایا یہ اس کے مالک کی مرضی پر ہے چاہے تو ان دونوں کو جدا کر دے اور چاہے تو ان دونوں کا نکاح جائز قرار دے دے۔ اگر وہ ان دونوں کو جدا کرتا ہے۔ تو عورت کے لئے وہ ہے جتنا غلام نے اس کو مہر میں دے دیا ہے مگر یہ کہ غلام نے اس کو مہر بہت زیادہ نہ دے دیا ہو۔ اور اگر اس نے نکاح کی اجازت دے دی تو وہ دونوں اپنے پہلے نکاح پر رہیں گے (دوسرے نکاح کی ضرورت نہیں) تو میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ پھر وہ غلام اصل نکاح کرنے میں ہنگامہ ہوا؟ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے ایک حلال کام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ہے۔ اس نے اپنے مالک کی نافرمانی کی ہے اللہ تعالیٰ کی

شیعہ فقہ: مالک اپنے غلام کی بیوی کو چھین کر اس کا ریپ کر سکتا ہے

سنی فقہ کی طرح شیعہ فقہ میں اگر مالک نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا ہے، تو وہ جب چاہے شہوت آنے پر غلام سے اس کی بیوی چھین سکتا اور حیض کا خون ختم ہونے پر اپنی جنسی شہوت کو پورا کر

سکتا ہے۔ اور جب اپنی شہوت کو پورا کر لیے تو پھر دوبارہ غلام کو دے سکتا ہے اور اس دفعہ کسی نکاح کی تجدید کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

Tafsir al-Mizan of Allamah Tabatabai (tafsir of verse 4:24, and those around it -- can be accessed [here](#)):

It has been narrated in traditions that the master of a married slave woman may take away that woman from her husband, keep her untouched for the prescribed term, then have sexual relation with her, and thereafter return her to her husband. ---Ibn

Muskan has narrated through Abu Basir, from one of the two Imams (a.s.), about the word of **Allah**: And all married women except those whom your right hands possess, that he said: "They are the women having husbands except those whom your right hands possess. **If you have give a your slave girl in marriage to your slave boy, you may remove her from him if you so wish.**" "I said: 'Do you see, if he has given her in marriage to other than his own slave boy?' He said: '(Then) he has no right to remove (her from him) until she is sold away; then if he sells her, her affair is transferred to other than him (i.e, to the buyer); then the buyer may separate (her from her husband) if he so desires, and may reconfirm (the marriage) if he so wishes.'" (at-Tafsir, al-'Ayyashi)

Same thing is present in these 3 traditions of Al-Kafi:

Al-Kafi, vol. 5, page 481 ([link](#)):

1 - علی بن ابراہیم، عن ابيہ، عن * (الرجل یزوج عبده ائمة ثم یشترها) * (باب عبد اللہ بن المغیرة، عن عبد اللہ بن سنان، عن ابي عبد اللہ (علیہ السلام) قال: سمعتہ یقول: إذا زوج الرجل عبده ائمة ثم اشتهاها، قال له: اعتر لها فاذا طمشت وطئها ثم یردها علیہ إذا شاء. 2 - محمد بن یحییٰ، عن احمد بن محمد، عن ابن محبوب، عن ابي ایوب، عن محمد بن مسلم قال: سألت ابا جعفر (علیہ السلام) عن قول اللہ عز وجل: (المحصنات من النساء إلا ما ملکتم ایمانکم) (1) قال: هو ان یامر الرجل عبده وتحتہ ائمة فیقول له: اعترل

امراتک ولا تقر بہا ثم یحبسہا عنہ حتی یتحصن ثم یمسہا (2) فاذا حاضت بعد مسہا یا ہا ردہا علیہ
 بغیر نکاح. 3- محمد بن یحییٰ، عن محمد بن احمد، عن احمد بن الحسن، عن عمرو بن سعید، عن
 مصدق بن صدقة، عن عمار بن موسیٰ، عن ابی عبد اللہ (علیہ السلام) قال: سألته عن
 الرجل ینزوج جاریتہ من عبده فیرید ان یفرق بینہما فیر العبد کیف یصلح؟ قال: یقول
 لہا: اعترلی فقد فرقت بینکما فاعتدی فتعندی خمسۃ واربعین یوما ثم یجامعہا مولاہا ان شاء وان
 لم یفر قال لہ مثل ذلک، قلت: فان کان المملوک لم یجامعہا، قال: یقول لہا: اعترلی
 فقد فرقت بینکما ثم یجامعہا مولاہا من ساعتہ ان شاء ولا عدۃ علیہا.

Chapter on a man who marries his (male) slave to his slave-girl, then desires her (the slave-girl).

The three hadith basically say the same thing that Allamah Tabatabai mentioned in his tafsir--that an owner of a slave girl, who is married to his (male) slave, can separate the slave-girl from her husband until she menstruates (or separate her for a period of 40 to 50 days, according to the third hadith), and then can have sexual relations with her. And then she can be returned to her husband (the male slave) without any need to renew their nikah.

The gradings of these three ahadith according to Allamah Majlisi are: Hasan, Sahih and Muwaththaq.

کچھ شیعہ حضرات کو آیت 25:4 سے ایک مظالطہ ہوتا ہے کہ مالک کو بھی اپنی باندی سے سیکس کرنے کے لیے نکاح کی ضرورت ہے۔ یہ مظالطہ غلط ہے۔ شیعہ فقہ کے مطابق اگر کوئی شخص غریب ہے، اور وہ نہ آزاد عورت سے نکاح کر سکتا ہے، اور نہ ہی خود اپنے لیے باندیاں خرید سکتا ہے، تو پھر وہ کسی اور مالک کی باندی سے نکاح کر سکتا ہے، مگر اس کو بھی اسلام (شیعہ اور سنی فقہ دونوں میں) بری نظروں سے دیکھا گیا ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اس شخص کا پیدا ہونے والا بچہ اس مالک کا غلام ہوگا کہ جس کی باندی سے اس شخص نے نکاح کیا تھا۔

علامہ طباطبائی اپنی تفسیر المیزان میں اسی آیت 25:2 کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مالک اپنی باندی سے نکاح تک نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ایسا نکاح "باطل" ہے ([تفسیر کالنک](#)، تفسیر المیزان، آیت 25:4، صفحہ

The words, "those whom your right hands possess", actually means slaves of other believers than him who intends to marry, because a man is not allowed to 'marry' his own slave girl — such a marriage is void.

کتاب الکافی میں باندیوں کے متعلق پورا باب

الکافی میں باندیوں کے متعلق احکامات، صفحہ 31 سے پڑھئے (انگریزی لنک، عربی لنک)۔

یہ بہت ساری روایات ہیں، جن میں وہ تمام شرمناک احکامات موجود ہیں جو کہ اوپر ہم نے سنی فقہ میں دیکھے ہیں۔

مسلمانوں کے پیش کردہ بہانوں کا تجزیہ:

مسلم دعویٰ: صرف اسلام نے آ کر غلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیا

مشرکوں کے حقوق نہیں ہوتے، اسی طرح غلاموں کے کوئی حقوق نہیں تھے، مشینوں کو تیل اور آرام اس لیے دیا جاتا ہے کہ کارآمد رہیں، اگر مشین خراب ہو جائے تو کاٹھ کھاڑ میں بیچ دی جاتی ہے، لوہے کی بھٹی میں پگھلا دیا جاتی ہے، اور کوئی اس کی بربادی پر آنسو نہیں بہاتا۔ غلاموں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا تھا، ان میں مشینوں جتنی برداشت نہیں تھی، روتے بھی تھے، خدا سے التجائیں دعائیں بھی مانگتے تھے، مگر خدا کہاں تھا؟ خدا نے گناہ سے نجات کا راگ تو خوب الاپا مگر غلامی سے نجات کے معاملے میں اس کی زبان آج تک گنگ ہے

اسلام جو غلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے، تو یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ صدیوں پہلے بہت سے کلچرز تھے جو کہ غلاموں کو حقوق دیتے تھے۔ انسانی فطرت شروع دن سے انسانی عقل کو اشارہ دیتی رہی کہ غلامی اچھی چیز نہیں۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی مسلمانوں سے بہتر احکامات موجود تھے کہ غلاموں کو اپنا سا گناہائی سمجھو۔

مثلاً عہد نامہ جدید (New Testament) کے مطابق مالکوں کو کہا گیا وہ اپنے غلاموں کی خدمت اپنے سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر کیا کریں، اور انہیں ڈرایا اور دھمکایا نہ کریں:

Masters were told to serve their slaves "in the same way"[88] and "even better" as "brothers", [89] to not threaten them as God is their Master as well.

(Ref: [Slavery in the New Testament](#))

غلاموں سے اس اچھے سلوک کی ہدایات اور قوانین آپ کو اسلام سے قبل کے معاشروں میں عام مل جائیں گے۔

مسلم دعویٰ: صرف اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی

اسلام عذر خواہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اسلام نے پہلی مرتبہ غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی۔ مگر یہ غلط ہے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں سال پرانی کافر تہذیبوں اور اہل کتاب میں انسانیت کے نام پر غلاموں کو آزاد کیا جاتا تھا جسکے متعلق آپ [یہاں \(لنک\)](#) تفصیل سے پڑھ سکتے ہیں۔

اور حتیٰ کہ پیغمبر اسلام کے وقت کے کافر معاشرے میں بھی اچھے کام کرنے پر غلاموں کو آزاد کر دینے کا رواج موجود تھا۔

صحیح بخاری [\(لنک\)](#) میں عروہ سے مروی ہے کہ جب ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ نے جناب محمد کو دودھ پلایا تو ابو لہب نے انہیں آزاد کر دیا۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ حکیم بن حزام نے دور جاہلیت میں ایک سوغلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا تاکہ اپنے دیوی دیوتاؤں کو خوش کر سکیں۔

صحیح بخاری، کتاب العتق [\(لنک\)](#):

إِنَّ حَكِيمَ بْنَ حَزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثَمَانَةَ رَقَبَةٍ
عروہ روایت کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سوغلام آزاد کئے

جبکہ بنی اسرائیل میں 7 سال خدمت کے بعد بنی اسرائیل کے غلاموں اور کنیزوں کو خود بخود اچھے طریقے سے کچھ دے دلا کر آزاد کر دینے کا حکم تھا (حوالہ: [بائبل، استنباط 15](#))۔

اور قدیم یونان میں بھی (اسلام سے ہزار سال قبل ہی) غلاموں کو اچھے سلوک کی وجہ سے آزادی دے دی جاتی تھی۔ اگر غلام کے پاس پیسہ ہوتا تھا تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنی آزادی خرید لیتا تھا، بلکہ اپنے کئی ساتھیوں کو بھی آزاد کروا لیتا تھا۔ بہت سے رومی مالک وصیت کرتے تھے کہ انکے مرنے کے بعد انکے

تمام غلام آزاد ہوں گے۔ یہ رسم اتنی بڑھی کی رومی بادشاہ آگسٹس کو اس رسم پر قید لگانی پڑی۔ دوسری قید اسے یہ لگانی پڑی کہ 30 سال سے کم عمر کے غلام آزاد نہیں ہوں گے۔ (لنک)۔ اتنے بڑے پیمانے پر غلاموں کی آزادی کی مثال اسلام ایک ہزار سال کے بعد بھی پیش نہ کر سکا۔ زیادہ سے زیادہ اسلام نے ام ولد کا تصور دیا۔ یعنی یہ کہ وہ کنیر باندی جس سے بچہ پیدا ہو، وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ مگر یہ تصور بھی پیغمبر اسلام محمد کا دیا ہوا نہیں، بلکہ خلیفہ دوم جناب عمر ابن الخطاب کا دیا ہوا تھا، اور بنیادی طور پر اسلامی شریعت میں ایک بدعت ہے۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے سب سے پہلے مکاتبت کے ذریعے غلام آزاد کیے

اسلام عذر خواہ سب سے زیادہ مکاتبت کے حوالے سے فخر کرتے ہیں کہ اسلام کا انقلاب یہ تھا کہ وہ غلاموں کو مکاتبت کی اجازت دیتا ہے (مکاتبت یہ ہے کہ غلام اپنے مالک سے معاہدہ کرے کہ وہ محنت مزدوری کر کے مالک کو ایک مقررہ رقم ادا کر کے اپنی آزادی خرید لے گا)۔ مگر اس موقع پر یہ عذر خواہ عام مسلمان عوام کو یہ نہیں بتلا رہے ہوتے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں کہ جس پر اسلام فخر کر سکے، بلکہ صدیوں پرانی روایت تھی جو کہ کفار عرب کے کلچر کا حصہ تھی اور حتیٰ کہ عرب کے کفار بھی غلاموں کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ مکاتبت کر کے آزادی حاصل کر سکیں (لنک)، اور اسی زمانہ جاہلیت کے عرب کلچر سے محمد صاحب نے اس کو نقل کیا۔

اور قدیم یونان میں اسلام سے ایک ہزار سال قبل ہی مکاتبت کے ذریعے غلام اپنی آزادی خرید سکتے تھے (لنک)۔

نیز اسلام کے مطابق مالک پر لازم نہیں تھا کہ وہ اپنے غلام سے ہر صورت مکاتبت کرے، بلکہ یہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ اس پر مانے یا پھر نہ مانے۔

موطاء امام مالک (لنک):

امام مالک کہتے ہیں ہمارے نزدیک یہ حکم ہے اگر غلام اپنے مولیٰ کو کہے مجھ کو مکاتبت کر دے تو مولیٰ پر ضروری نہیں خواہ مخواہ مکاتبت کرے اور میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ مولیٰ پر جبر ہو گا اپنے غلام کے مکاتبت کرنے پر

مزید اس مسئلے پر آپ [یہاں](#) پڑھ سکتے ہیں۔

چنانچہ مکاتبت کے ذریعے غلاموں کی آزادی اسلام کا کارنامہ نہیں تھا، بلکہ اسلام سے پہلے سے اس کا رواج چلا آ رہا تھا، اور وہیں سے محمد صاحب نے اس کو نقل کیا۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے آکر پہلی مرتبہ "ام الولد" باندی کو آزادی دی

اسلام عذر خواہ "ام ولد" کنیز کی آزادی کے حوالے سے بھی فخر کرتے ہیں کہ مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوتی ہے (ام ولد ایسی کنیز کو کہا جاتا ہے جس نے مالک کے بچے کو جنما ہو)۔

پہلی بات:

یہ جھوٹ ہے کہ اسلام نے ام ولد کو آزادی دی۔ شریعت وہ ہے جو اللہ وحی کے ذریعے محمد پر نازل کرتا تھا۔ مگر اللہ نے اپنی شریعت میں کہیں بھی وحی کے ذریعے ام ولد کو آزادی نہیں دی۔ بلکہ اس معاملے میں بھی محمد صاحب موسوی شریعت کو چھوڑ کر عرب کے جاہل معاشرے کے قوانین کی پیروی کر رہے تھے کہ جہاں:

1. مالک کو اجازت ہوتی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں ہی ایسی ام الولد باندی کو بیچ دے۔

2. یا پھر مالک ایسی باندی کی شادی اس کی مرضی کے برخلاف کسی بھی شخص یا اپنے کسی غلام سے کر سکتا تھا۔

3. اور مالک کے فوت ہونے کے بعد بھی ام الولد کو آزادی نہیں ملتی تھی، بلکہ وہ بطور ترکہ مالک کے تمام بچوں کے حصے میں بطور باندی آتی تھی اور وہ اسے بیچ کر رقم کو آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔

4. محمد صاحب ام الولد کے معاملے میں زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کی پیروی کر رہے تھے۔

محمد اور ابو بکر کے بعد جب عمر خلیفہ بنے تو انہوں نے پہلی مرتبہ صحابہ کو ام ولد بیچنے سے منع کیا کیونکہ عمر کو پتا چلا کہ اُس وقت کی ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ تہذیبوں میں ام الولد کو بیچا نہیں جاتا تھا۔ وگرنہ پیغمبر اسلام کے زمانے میں ام ولد کو بیچ دیا جاتا تھا۔

چنانچہ یہ تو عمر ابن خطاب کی "بدعت" ہے، جہاں انہوں نے شریعت کے "حلال اللہ" (یعنی ام الولد کے بیچے جانے) پر پابندی لگا دی۔

سنن ابوداؤد (لنک):

عن جابر بن عبد اللہ قال بعنا إِمَهَاتِ الْأَوْلَادِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي بَكَرَ فَلَمَّا كَانَ عَمْرُنَا نَفَاتَيْنَا

ترجمہ:

صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے عہد میں ام الولد باندیوں کو (اپنے بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچا کرتے تھے اور ابو بکر کے دور میں بھی، مگر پھر عمر ابن خطاب نے اپنے دور میں اس سے منع کر دیا اور پھر ہم اس سے رُک گئے۔
 سعودی مفتی البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

یہی روایت سنن ابن ماجہ میں ایک اور صحیح طریقے سے نقل ہوئی ہے۔

سنن ابن ماجہ (لنک):
 جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَبِيعُ سَرَائِنَا وَأُمَمَاتِ أَوْلَادِنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا حَتَّى لَا تَأْزِي بِذِكِّكَ بَأْسًا.
 ترجمہ:

صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم اپنی باندی عورتوں اور ام الولد باندیوں کو رسول اللہ کے عہد میں (بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچ ڈالتے تھے، اور ہم انہیں بیچنے میں کوئی مہرج نہیں سمجھتے تھے۔
 اس روایت کو بھی سعودی مفتی البانی نے "صحیح" قرار دیا ہے (لنک)

دوسری بات:

اگرچہ کہ عمر ابن خطاب نے ام الولد کے بیچنے پر پابندی لگا دی تھی، مگر اس کے باوجود ممالک کو حق تھا کہ خود اپنا بچہ پیدا کرنے کے بعد اپنی ام ولد باندی کو کسی اور شخص سے بیاہ دے اور اس شخص سے حق مہر کی رقم حاصل کرے اور پھر اس شخص کے بچے اپنی ام ولد سے پیدا ہونے دے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد 6، صفحہ 162)

یہ خدا کی ہی شان ہے کہ مذہبی طبقات لبرلزم پر طعنہ کستے ہیں کہ لبرلزم نے عورت کو مارکیٹ کی ضرورت بنادیا۔ مگر یہ مذہبی طبقات اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے جہاں انکے ہاں خواتین کی باقاعدہ جنس (commodity) کے طور پر خرید و فروخت ہو سکتی ہے۔ حتیٰ کہ جن کے بڑے بڑے نامور ایمان یافتہ صحابہ اپنے بچوں کی ماؤں تک کو بازار میں بیچ ڈالتے تھے۔

اسکے علاوہ اسلام نے اہل کتاب سے دیگر جو چیزیں نقل کیں، وہ کنیز باندی کی عدت کا مسئلہ تھا (استثنا باب 21)، بدکاری پر کنیزوں کی سزا آزاد عورت سے کم ہونے کا مسئلہ (احبار باب 19) وغیرہ شامل ہیں۔

تیسری بات:

اسلام نے تو مالک کو حق دے دیا تھا کہ وہ اپنے ہی بچے کے نسب کا انکار کر کے بچے کو باندی کا "ولد الحرام" بنا دے، اور یوں باندی کے "ام الولد" ہونے کا بھی خاتمہ ہو جائے۔

کیا کوئی باپ واقعی اپنی اولاد کو خود حرام زادے بنا سکتا ہے، اور پھر بطور غلام / باندی آگے بچ سکتا ہے؟
یقیناً ایسا سوچ کر ہی ہر کوئی کانپ جاتا ہے۔

مگر اسلام میں ایسا ہے کیونکہ محمد صاحب زمانہ جاہلیت کے غلامی کے اصولوں کی پیروی کر رہے تھے۔
سنن ابن ماجہ، وراثت کا بیان (لنک):

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بچہ کا نسب اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے ملایا جائے اس طرح کہ اس کے وارث اس کے مرنے کے بعد یہ دعویٰ کریں کہ یہ اس کا بچہ ہے تو آپ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جو بچہ ایسی باندی سے ہو جو بوقت صحبت اس کی ملکیت میں تھی تو اس بچے کا نسب اس شخص سے مل جائے گا... لیکن اگر باپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی باندی سے پیدا ہونے والے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو پھر اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا۔
البانی نے اس روایت پر حسن کا حکم لگایا ہے (لنک)۔
یہی روایت سنن ابوداؤد میں عمرو بن شعیب سے نقل ہوئی ہے، اور اس پر بھی حسن کا حکم ہے (لنک)۔

امام سرخسی اپنی کتاب مبسوط السرخسی میں لکھتے ہیں (لنک):

وولد ام الولد ثابت من المولى ما لم ينفخا منها فراش له وقال عليه الصلاة والسلام الولد للفراش ولكن يمتحنه بمجرد النفث عندنا
ترجمہ:

باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کو صرف اس وقت مالک سے جوڑا جائے گا جب وہ مالک اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ باندی اس کے ساتھ ہمبستر ہوئی۔ پھر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بچے کا نسب مالک سے اس صورت میں نہیں جڑے گا اگر مالک اس کا انکار کر دے۔

اور امام ابن ہمام اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں (لنک):

ام الولد بسبب ان ولد ہا، وان ثبت نسبہ بلاد عودۃ یتنتقی نسبہ بمجرود نفیہ، بخلاف المنکوحۃ لا یتنتقی نسب ولد ہا الا باللعان

ترجمہ: کنیز باندی کا بچہ، جس کی ولدیت اگر بغیر کسی ثبوت کے بھی ثابت ہو سکتی ہو، مگر اگر مالک اسکا انکار کر دے تو بچے کا نسب جاری نہ ہوگا اور یہ حکم (آزاد عورت سے کیے گئے) نکاح کے برخلاف ہے جہاں ایک بچے کی ولدیت سے اُسوقت تک انکار نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ "لعان" کی منزل نہ طے کر لی جائے۔

چوتھی بات:

ایک طرف اسلام ہے جو کہ ام الولد کو بیچ ڈالتا ہے، اس کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیتا ہے، یا سرے سے ہی مالک بچے کے نسب کا انکار کر کے ساتھ میں باندی کے ام الولد ہونے کا بھی انکار کر دیتا ہے۔

دوسری طرف یہود و نصاریٰ ہیں کہ جہاں باندی سے باقاعدہ مالک کو شادی کرنی پڑ رہی ہے، جس کے بعد سرے سے ایسی باندی کو آگے بچا ہی نہیں جاسکتا، چاہے اس باندی سے مالک کا کوئی بچہ پیدا بھی نہ ہو، بلکہ اس کی حیثیت خود بخود آزاد بیوی جیسی ہو جاتی ہے۔

تیسری طرف مہاتما بدھا اور ان کے پیروکار ہیں کہ جنہوں نے انسانیت کے نام پر عقل استعمال کرتے ہوئے سرے سے ہی غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر ڈالا، اور پھر مضارعت کے نظام کے ذریعے غلامی کا نظام ختم کر ڈالا۔ چنانچہ کوئی عورت باندی ہی نہ رہی کہ جو مالک اسکا ریپ کر کے اس کو ام الولد بنا پاتا۔ اسی طرح آج کا غیر مذہبی مغربی نظام ہے جس نے انسانیت کے نام پر انسانی عقل کا استعمال کرتے ہوئے غلامی کا خاتمہ کر ڈالا۔

اسلام کا ان مختلف تہذیبوں سے تقابل کرنے کے بعد آپ خود انصاف کر سکتے ہیں کہ آیا واقعی ام الولد کسی بھی طرح اسلام کا کارنامہ ہے، یا پھر اسلام کا باندی پر ظلم۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے غلامی کا "بدر بنج خاتمہ" کیا تھا

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا یکسر خاتمہ نہیں کیا، بلکہ اس کے "بدر بنج خاتمہ" کے احکامات دیے۔

مسلمانوں کا یہ دعویٰ سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے غلامی کا "بندرتج خاتمہ" نہیں، بلکہ غلامی میں "بندرتج اضافہ" کیا۔ پیغمبر اسلام کی اپنی زندگی میں ہی غلاموں کی تعداد میں دن دگنا اور رات چوگنا اضافہ ہونا شروع کیا۔ یہی اضافہ خلفائے راشدین کے دور میں ہوتا رہا۔ اور پھر امت مسلمہ کی پوری 1400 سالہ تاریخ میں یہ اضافہ جاری رہا۔ مسلمانوں کی تاریخ کا کوئی ایک ایسا دور بھی نہیں جہاں کبھی بھی غلاموں کی تعداد میں کمی ہوئی ہو۔

چنانچہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے غلامی کا ہر گز بندرتج خاتمہ نہیں کیا، بلکہ جوں جوں اسلام طاقت پکڑتا گیا، توں توں اسلام شریعت غلامی میں "بندرتج اضافہ" کرتی گئی۔

محمد صاحب نے کہیں پر بھی یہ احکامات نہیں دیے کہ معیشت کی بہتری کی صورت میں بعد میں آنے والے مسلمان اور خلفائے غلامی کا خاتمہ کریں۔ بلکہ اس کا الٹ ہوا کہ محمد صاحب کی تعلیمات کے نتیجے میں مسلمان خلفاء کے حرم میں باندیوں کی تعداد سینکڑوں، بلکہ کچھ کیسز میں ہزاروں تک جا پہنچی۔

ریاست کو تو چھوڑیے، محمد صاحب نے تو اپنی ذاتی زندگی میں بھی کبھی اس قبیح اور غیر انسانی رسم سے استفادہ حاصل کرنا بند نہیں کیا۔ اگر محمد صاحب ذاتی زندگی میں ہی اس سے استفادہ نہ کرتے، تو پھر بھی شاید یہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بن جاتا، اور کم از کم وہ پرائیویٹ سطح پر اپنے گھروں سے غلامی کا ہی خاتمہ کر ڈالتے۔

سمجھ نہیں آتا کہ پھر اسلام عذر خواہ کیسے اتنے دھڑلے سے یہ سفید جھوٹ بولتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا بندرتج خاتمہ کیا؟

مسلم دعویٰ: اسلام نے پیدائشی غلامی کا خاتمہ کیا

مسلمان عذر خواہ بہت دھڑلے سے جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہے ہوتے ہیں کہ اسلام نے سوائے جنگوں کے غلامی کے بقیہ راستے بند کر دیئے۔ مسلمانوں کے اس جھوٹ کے مقابلے میں اصل حقیقت یہ ہے کہ:

(1) اسلام ایک جارحانہ مذہب ہے جو کہ غیر حربی قوم پر بھی مسلمانوں کے حملے کو عین حلال قرار دیتا ہے، اور انکی معصوم و بے خطا عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا حکم دیتا ہے، انکی املاک و جائیداد و پیسے پر قبضہ کرنے اور لوٹ مار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ، تنہا ان معصوم اور بے گناہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو زندگی بھر کے لیے غلام بنالینا ہی اسلام کی مذمت کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

(2) جنگ کے ساتھ ساتھ اسلام نے 'پیدائشی' غلامی کی لعنت کو بھی مکمل طور پر جاری رکھا ہے۔

(3) اسلام کے مطابق غلام مردوں اور غلام باندیوں کے پیدا ہونے والے تمام کے تمام بچے پیدائشی غلام ہی پیدا ہوں گے۔

(4) اور پھر یہ "پیدائشی غلامی" کی لعنت آگے بڑھتی ہے اور اسلام نے مالک کو اجازت دی کہ جب بچے کے 2 دانت نکل آئیں، تو مالک اسے باندی ماں سے علیحدہ کر کے بیچ سکتا ہے۔ اور باندی ماں تو پھر اپنے بچے کے 2 دانت نکلنے تک اس کے ساتھ رہ سکتی ہے، مگر بے چارے غلام باپ کو تو مالک بچے کی پیدائش سے پہلے ہی باندی سے علیحدہ کر کے کہیں بھی بیچ سکتا تھا، چاہے باپ نے اپنے بچے کا چہرہ تک نہ دیکھا ہو۔

(4) حتیٰ کہ اگر کوئی آزاد شخص بھی کسی دوسرے کی کنیز باندی سے نکاح کرتا ہے، تب بھی اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ کنیز ماں کے مالک کا پیدائشی غلام ہوگا۔ اسی لیے قرآن میں آزاد مسلمان شخص کو مجبوری کی حالت میں کسی دوسرے کی کنیز باندی سے نکاح کی اجازت تو دے دی گئی، مگر قرآن میں ہی اسکی حوصلہ شکنی بھی کی گئی کیونکہ اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ کنیز ماں کے مالک کا پیدائشی غلام ہوگا۔

(قرآن 25: 4)۔۔ (اگر تمہیں نکاح کے لیے آزاد مسلمان عورتیں نہ ملیں تو) باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو۔۔۔ یہ اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو، لیکن اگر تم صبر کرو (اور باندیوں سے نکاح نہ کرو) تو یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

اس آیت کے ذیل میں تمام مفسرین یہی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ باندیوں سے آزاد مسلمان کا نکاح اس لیے اچھا نہیں کیونکہ اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ غلام ہوگا۔ تفسیر در المنثور میں امام جلال الدین سیوطی نے یہ روایات نقل کی ہیں (نک):

ابن المنذر نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وان تصبروا“ یعنی باندی سے نکاح نہ کرنے میں خیر ہے۔ تاہم وہ تمہارے لئے حلال ہیں کیونکہ ان کی اولاد غلام ہوگی۔ ابن جریر وابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تم صبر کرو اور باندی سے نکاح نہ کرو یہ خیر ہے تیرے لئے ورنہ تیری اولاد غلام ہوگی۔۔۔ (۴۰) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے

روایت کیا کہ باندی سے نکاح کرنا مردار، خون اور سور کا گوشت کھانے کی طرح ہے یہ نکاح حلال نہیں مگر مجبور آدمی کے لئے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد 31، صفحہ 376 و 377:

ابن تیمیہ کے سامنے سوال پیش کیا گیا: "اگر کسی (آزاد) شخص نے کسی دوسرے شخص کی کنیز سے شادی کی اور اسکے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا، تو کیا وہ بچہ آزاد ہوگا یا پھر وہ غلام ہوگا۔"

ابن تیمیہ جواب دیتے ہیں: "ایسی صورت میں وہ بچہ اپنی کنیز ماں کے مالک کا غلام ہوگا اور تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کیونکہ بچہ غلامی یا آزادی میں اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے (یعنی ماں اگر غلام ہے تو بچے بھی غلام اور اگر ماں آزاد ہے تو بچے بھی آزاد)

اور ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ کی جلد 35، صفحہ 54 پر لکھتا ہے:

اور جو کنیز عورت کا مالک ہے، وہ اس کنیز عورت سے پیدا ہونے والے بچوں کا بھی مالک ہوگا۔ ماں کی ملکیت اس مالک کو حق عطا کرتی ہے کہ وہ اسکے ان بچوں کا بھی مالک بن جائے گا جو کہ کسی اور سے نکاح کی صورت میں پیدا ہوئے ہوں یا پھر ناجائز حرامی طریقے سے پیدا ہوئے ہوں۔ چنانچہ مالک اپنی باندی کی بیٹی سے جماع (سیکس) کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی اسکی جاگیر ہے، بشرطیکہ وہ اسکی ماں سے اس سے قبل جماع نہ کر چکا ہو۔

مصنف ابن ابی شیبہ، مسئلہ 2696 (نک):

حَدَّثَنَا ابْنُ مَسَدٍ، عَنْ الْعُمَرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمرٍ، قَالَ: وَلَدُ امِّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَتِهَا.
ترجمہ:

نافع کہتے ہیں کہ صحابی ابن عمر نے کہا کہ "لو نڈی کی (اپنے مالک کے علاوہ اولاد) اپنی ماں کے درجے پر ہے۔"

ابن ابی شیبہ نے اس مسئلے کے ذیل میں مزید کئی روایات نقل کی ہیں، اور وہ سب یہی بیان کر رہی ہیں کہ لو نڈی کی اولاد اسی کے درجے پر ہے۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے سوائے جنگوں کے، بقیہ غلامی کے راستے بند کر دیے

اسلام عذر خواہ ڈیگ مارتے ہیں کہ اسلام نے کسی کو اغوا کر کے اسے غلام و کنیز بنانے پر پابندی لگا دی ہے۔

جواباً عرض ہے کہ:

• یہ عنوانہ کرنے والی پابندی تو پہلے سے اہل کتاب میں موجود تھی۔

• چنانچہ اس چیز کی ڈیگ مارنے کی بجائے آپ عوام کو یہ کیوں نہیں بتلاتے کہ مسلمانوں کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ غیر ملکوں میں جا کر ایسے سینکڑوں ہزاروں اغوا شدہ غلام اور کنیز باندیاں خریدتے پھریں، اور پھر کھلی چھٹی تھی کہ انہیں اسلامی خلافت میں لا کر سرباز شہوت زدہ مسلمانوں کو فروخت کریں۔

• ایسے ہزاروں 'خواجہ سراؤں' اور ہزاروں لاکھوں کنیزوں کو باہر سے لا کر مسلمان امراء اپنا منہ کالا کرتے تھے۔

• اور اگلا مسئلہ ہے اسلام میں "پیدائشی غلامی" کا، جس کے تحت غلاموں کے پیدا ہونے والے بچے بھی پیدائشی غلام ہی پیدا ہوتے تھے۔ اسلام نے ہر گز اس پیدائشی غلامی کے فتنے کا خاتمہ نہیں کیا۔ افسوس کہ مسلمان اسلام کے متعلق یہ حقیقت چھپا کر اسلام کے دفاع کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، جو کہ صریحاً بدویانہ ہے۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے غلاموں کو ہیچڑہ بنانے کی اجازت نہیں دی

یہ دعویٰ بھی مکمل طور پر درست نہیں ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو کھلی اجازت دی ہے کہ وہ دوسرے ممالک سے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں غلام خریدیں، چاہے وہ ایسے غلام ہی کیوں نہ ہوں کہ جن کے خصبے کاٹ کر انہیں ہیچڑا (خواجہ سرا) ہی کیوں نہ بنادیا گیا ہو۔

اس حلال اللہ کی وجہ سے اسلامی خلافتوں کی حالت یہ تھی حرم میں موجود بیویوں اور باندیوں پر نظر رکھنے کے لیے خلفاء اور سلاطین اور امراء ہزاروں کی تعداد میں ایسے غلاموں کو دوسرے ممالک سے درآمد کرتے تھے کہ جن کے خصبے کاٹ کر انہیں خواجہ سرا بنایا گیا ہوتا تھا۔ بلکہ مسلمانوں کی وجہ سے ڈیمانڈ میں

اتنا اضافہ ہوتا تھا کہ دوسرے ممالک میں بڑے پیمانے پر یہ چیز پریکٹس کی جاتی تھی تاکہ مسلمانوں کی ڈیمانڈ کو پورا کیا جاسکے۔

مسلم دعویٰ: مسلمانوں کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر سیکس کرنا ان عورتوں کو پروٹیکشن مہیا کرنا تھا

افسوس ہی ہے مسلمانوں کی اس چالاکی پر کہ جہاں عورت کے خلاف کیے گئے جرائم کو ہی وہ پروٹیکشن کا نام دے رہے ہیں۔

☆ یعنی عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ کوئی ان کا ریپ نہ کرے، کوئی انہیں غلامی کے بازاروں میں ننگا نہ بیچے، کوئی انہیں بار بار مختلف مردوں کو سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور نہ کرے۔

☆ عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ کوئی زندگی بھر کے لیے انہیں غلام نہ بنائے۔

☆ عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ کوئی ان سے جبراً مزدوری نہ کروائے۔

☆ عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ اس کے بچے اس سے جدا نہ کیے جائیں

☆ عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ کوئی اس کے بچوں کو "پیدائشی غلامی" میں نہ دھکیلے۔

لیکن پروٹیکشن کے نام پر تو اسلام خود ہی ان عورتوں کو ان تمام کے تمام جرائم کا نشانہ بنا رہا ہے۔

اس سے زیادہ تذلیل اور اس سے زیادہ ظلم عورت پر ممکن ہی نہیں کہ اس کے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹوں کو ذبح کر کے اسی رات کو انہیں سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور کیا جائے۔

مسلمانوں سے کہیں زیادہ پروٹیکشن تو یہود وہ نصاریٰ نے ان بے بس عورتوں کو دی کہ کم از کم ایک مہینہ تو اپنے گھر والوں کے قتل پر غم منانے کے لیے دے دیا۔ اور پھر شادی کر کے اسے آزاد عورت کے برابر حقوق دے دیے کہ جہاں کوئی دوسرا اب اس کو سکس سروس مہیا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اس سے بھی زیادہ حقوق ملحق آئسٹاک بدھسٹوں نے عورت کو دیے کہ جہاں اشوکا نے پورے ہندوستان سے غلامی کے بازاروں کا مکمل خاتمہ کر ڈالا، اور بعد کی بدھ حکومتوں نے مضارعت (مزدوری) کا نظام جاری کر کے غلامی کا مستقل خاتمہ کر ڈالا۔

اگر اسلام کو واقعی عورت کو تحفظ دینا ہوتا تو اسے جنگ کے بعد ان عورتوں کے تمام مال و اسباب اور جائیداد اور گھروں کو لوٹنا ہی نہیں چاہیے تھا۔

اگر تحفظ دینا تھا تو پھر ان عورتوں کو انفرادی افراد کے ہاتھوں میں دینے کی بجائے حکومت کو اپنی تحویل میں رکھنا چاہیے تھا اور انہیں پوری آزادی دینی چاہیے تھی کہ وہ جس سے چاہیں مرضی شادی کریں اور اگر اپنے رشتے داروں کے پاس کہیں اور جانا چاہیں تو بغیر کسی فدیے وغیرہ کے آزادی سے جاسکیں۔ اور تو اور چھوٹے بچوں اور بچیوں تک کو غلام بنالیا جاتا تھا، اور انہیں ان کی ماؤں سے علیحدہ کر کے آگے بچ ڈالا جاتا تھا۔

مسلم دعویٰ: ہزاروں کنیزوں کی تجارت اسلام کا قصور نہیں بلکہ امراء کا قصور تھا

اسلام عذر خواہ بہانہ بناتے ہیں کہ ان ہزاروں غلاموں اور کنیزوں کی تجارت کا بھیانک کھیل مذہب اسلام کا قصور نہیں بلکہ مسلمان امراء کے ذمہ دار ہیں۔

چیلنج:

ان عذر خواہوں کو چیلنج ہے کہ دکھادیں کہ کچھلی 1400 سالہ تاریخ میں کب اور کہاں مسلمان علماء و فقہاء نے ایسی بھیانک تجارت کو اسلام میں 'حرام' قرار دیا ہو؟ آج تک ایک ایسا فقیہ پیدا نہیں ہوا، بلکہ سب نے اسے شریعت کا 'حلال' اللہ "بتلایا۔

یہ فقہی تو ایک طرف رہے، بذاتِ خود پیغمبر اسلام کھل کر ایسی تجارت کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام نے سانحہ بنو قریظہ میں باندیاں بنائے جانے والی یہودی (اہل کتاب، اللہ کو ماننے والی) خواتین کو لے جا کر نجد کے علاقے کے 'کافروں (خدا کے منکروں)' کو بیچ دیا۔

مسلم دعویٰ: شریعت میں غلامی "حکم" نہ تھا بلکہ "اجازت" تھی

مسلم دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ فقط ایک "اجازت" تھی۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے مرنے کا خوف ہو تو گدھے کے گوشت کھانے کی بھی "اجازت" ہوتی ہے۔

جواب:

یہ مسلمانوں کا ایک عجیب دعویٰ ہے۔ اسلام میں غلامی کی "عام اجازت" تھی جسے "مباح" کہا جاتا ہے۔ جبکہ گدھے کا گوشت "کراہت" کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ حکم اور اجازت والی بحث بالکل ہی لغو ہے۔

یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے کہ اسلام میں "گوشت" کھانے کا "حکم" نہیں ہے، بلکہ "عام اجازت" ہے۔ اسی طرح کی بالکل "عام اجازت" غلامی کے متعلق بھی ہے جسے "مباح" کہا جاتا ہے، اور ہر مباح چیز اسلامی شریعت کے مطابق "حلال" ہے۔

مسلم دعویٰ: قرآن نے غلامی ختم کرنے کے لیے حکم دیا کہ قیدیوں کو احسان کر کے یا پھر فدیہ کے کر آزاد کر دو (آیت 4: 47)

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کی آیت 4: 47 میں اللہ نے ہمیشہ کے لیے غلامی کا خاتمہ کر دیا۔

(قرآن 4: 47) تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو

یہ بہانہ چالاک مسلمانوں کے دھوکے کی عمدہ مثال ہے جہاں وہ ہچھلا پوراپس منظر غائب کر گئے۔ اور پس منظر کے ساتھ ساتھ بعد کے واقعات کو بھی ہضم کر گئے۔

پس منظر:

جنگ بدر میں 70 کفار مارے گئے اور 70 ہی قریب قیدی بنا لیے گئے۔

چونکہ یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ قیدی لگے تھے، چنانچہ انہیں پتا نہیں تھا کہ وہ ان قیدیوں کا کیا کریں، انہیں جان سے مار ڈالیں، یا انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنالیں، یا ان کا فدیہ لے لیں۔

ابو بکر نے تجویز پیش کی کہ ان کا فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے ہاتھ پیسہ آ سکے اور اہل مکہ کوئی نئی انتقامی جنگ بھی نہ کریں۔ جبکہ عمر ابن خطاب نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ان قیدیوں کی گردن اڑادی جائے، چنانچہ علی اپنے بھائی عقیل کو زنج کریں، عمر اپنے رشتے دار کو قتل کریں، اور محمد کے چچا عباس اور حمزہ (جو اُس وقت کافر تھے اور جنگ بدر میں قیدی بن گئے تھے) انہیں بھی قتل کیا جائے، کیونکہ یہ ہی مشرکوں کے سردار ہیں۔

عباس اور حمزہ کے قتل کے نام پر محمد کو عمر ابن خطاب کی تجویز اچھی نہ لگی اور انہوں نے اس لیے فدیہ لینے کا حکم دے دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، اور مسند احمد)۔

مگر ان تمام قیدیوں کے فدیے کے ذریعے آزاد ہونا پھر بھی محمد صاحب کو برداشت نہیں ہو پارہا تھا اور وہ قریش والوں سے انتقام بھی لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ محمد کی خواہش تھی کہ مکہ میں جو لوگ ان کی مخالفت کرتے تھے، وہ قتل بھی کر دیے جائیں، اور انکے رشتے دار عباس و حمزہ وغیرہ بچ بھی جائیں۔ اس کا حل محمد نے حسب معمول اس طرح نکالا کہ وحی کے نام پر نئی قرآنی آیت پیش کر دی جہاں کچھ قیدیوں کے قتل کا لازمی حکم موجود تھا اور اسے پیغمبر کی شان قرار دیا گیا۔

(قرآن 47:8) یہ پیغمبر کے شایان شان نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (ان قیدیوں میں سے کچھ کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے۔

چنانچہ اس آیت کے بعد محمد نے کچھ قیدیوں کو قتل کروادیا۔ مگر عمر ابن خطاب کی تجویز کے برعکس محمد نے نہ تو عقیل کو قتل کروایا اور نہ ہی حمزہ اور عباس کو، حالانکہ عمر ابن خطاب کے مطابق یہ ہی مشرکوں کے سردار تھے۔

محمد کے لیے اب اگلا مسئلہ اپنے رشتے داروں کی رہائی کا تھا۔ چنانچہ اب محمد ایک اور نئی آیت کو وحی کے نام پر پیش کر دیتے ہیں:

(قرآن 47:4) تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو

ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ کیسے محمد کو عباس کے قتل کی فکر لگی ہوئی تھی اور کیسے محمد نے انہیں بطور احسان آزاد کروالیا (تفسیر ابن کثیر، آیت 8:67):

ان قیدیوں میں عباس بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں آپ کو بھی یہ حال معلوم تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دی حضرت عمر انصار کے پاس آئے اور کہا عباس کو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوڑیں آپ نے فرمایا گور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ اب انہیں لے جائیں ہم نے بخوشی (بطور احسان) چھوڑا۔

مگر بات یہاں پر بھی آ کر نہیں رکی۔ جب عباس وغیرہ آزاد ہو گئے، تو اب محمد صاحب کو مکہ کے ان مشرکین سے انتقام لینے کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ ان کے رشتے دار نہیں تھے اور مکہ میں ان کی مخالفت کرتے تھے۔ چنانچہ اب محمد صاحب نے کہا کہ پرانی آیت 47:4 منسوخ ہو گئی ہے، اور نئی آیت 8:67 نازل ہوئی ہے جس کے مطابق پیغمبر کی شان یہ ہے کہ وہ قیدیوں کا پہلے اچھی طرح خون بہائے۔

(قرآن 8:67) کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کر لے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے

نیز محمد صاحب نے ایک نیا حکم جاری اور کر دیا کہ بطور احسان قیدیوں کو مزید رہانہ کرو، بلکہ ہر صورت پیسے حاصل کرو، اور جو قیدی غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہ کرے، تو اسے قتل کر ڈالو۔

تاریخ طبری، جلد 2، صفحہ 159 اور 160 (نک):

اس کے بعد رسول اللہ نے (پچھلا حکم منسوخ کر کے) فرمایا: "تم لوگ غریب ہو، اس لیے بغیر فدیہ کے کسی کو رہانہ کیا جائے، اور جو فدیہ نہ دے سکے، اسے قتل کر دیا جائے۔"

یاد رہے کہ قیدیوں کا قتل صرف آج ہی "انسانی جنگی جرم" نہیں مانا جاتا، بلکہ یہ اتنا مکروہ فعل ہے کہ زمانہ جاہلیت کے عرب بھی اسے فبیح ترین فعل مانتے تھے۔ بعد کچھ علماء نے قیدیوں کے قتل کو ایک استثنیٰ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی، مگر یہ بالکل ناکام کوشش ہے کیونکہ قرآن کے مطابق اللہ کی خوشنودی اور نبی شان اس میں تھی کہ قیدیوں کا خوب خوب کثرت سے خون بہایا جائے۔ اسی لیے محمد صاحب نے بعد میں بنو قریظہ کے 800 قیدیوں کو بھی ذبح کروا دیا تھا۔

چالاک مسلمان یہ بات بھی ساتھ میں نہیں بتاتے کہ بعد میں محمد نے اس احسان والی آیت پر عمل نہیں کیا (یعنی محمد نے شاید ہی شاذ و نادر کسی قیدی کو بعد میں بطور احسان رہا کیا ہو، حالانکہ انہوں نے پھر جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں مردوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا)۔

اور بات یہاں پر ہی نہیں رکی، بلکہ آگے ایک اور Turn بھی آیا۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح ملی تھی، مگر اس کے بعد جب جنگ احد ہوئی، تو اس میں مسلمانوں کو بری طرح شکست ہوئی اور کئی مسلمان مارے گئے، حالانکہ احد کے موقع پر بھی محمد نے اللہ کے نام پر آیات نازل کروائی تھیں کہ اللہ فرشتوں کو مدد کے لیے بھیج رہا ہے۔ چنانچہ اس شکست اور فرشتوں کے مدد کے لیے نہ پہنچنے کا بہانہ اس دفعہ مسلمانوں ایک جھوٹی روایت گھڑ کر پیش کیا کہ چونکہ جنگ بدر کے موقع پر

مسلمانوں نے تمام قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے فدیہ لے لیا تھا، اس لیے اللہ نے غضبناک ہو کر جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کروایا، اور وعدے کے باوجود فرشتوں کو مدد کے لیے نہیں بھیجا۔

سنن ترمذی، کتاب السیر، نسائی فی السنن الکبریٰ، ابن کثیر، آیت 8:67 کے ذیل میں (لنک):

حضرت علی کہتے ہیں کہ جبرائیل آئے اور کہا کہ اپنے صحابہ کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کو پسند کر لیں۔ اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں، اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی صحابہ شہید ہو جائیں گے۔ صحابہ نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے۔

البانی نے اس روایت کو "صحیح" کہا ہے (ارواء الغلیل)

حدیثیں مسلمانوں کے اپنے گھر کی باندی ہیں، جسے وہ جیسے چاہتے تھے گھڑتے تھے۔ یہ پورا فن حدیث گھڑا ہی اس لیے گیا تھا تاکہ مذہب کے تضادات پر اٹھتے اعتراضات کے لیے بہانے گھڑے جاسکیں۔

مگر جھوٹ پھر جھوٹ ہوتا ہے اور اپنے تضادات کی وجہ سے پھر بھی پہچانا جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہوا کہ فدیہ لینے کی اجازت تو خود قرآن کے مصنف (یعنی محمد) نے خود قرآن میں نازل کروادی تھی، اور دوسری آپشن احسان کے ذریعے رہا کرنے کی تھی۔ ان دونوں ہی صورتوں میں کوئی "خون" نہیں بہہ رہا تھا۔ چنانچہ حدیث سازوں کو یہ نظر نہیں آیا کہ یہ صحابہ کا فیصلہ نہیں تھا، بلکہ خود قرآن کے مصنف کا فیصلہ تھا۔

چلیں اگر مان بھی لیں کہ صحابہ نے فدیہ کا فیصلہ کیا تھا، تب بھی اگلا سوال اٹھ کھڑا ہوگا کہ پھر قرآن کا مصنف جنگ احد میں فرشتوں سے مدد کرنے کی بشارت کیوں دے رہا ہے جبکہ محمد اور صحابہ کو تو پہلے سے علم ہونا چاہیے تھا کہ اس جنگ میں انہیں شکست ہوگی اور انکے 70 صحابی مارے جائیں گے۔

مسلم دعویٰ: نبی کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر ریپ کروانا انسانی جرم نہیں، کیونکہ دوسری اقوام بھی یہی کرتی تھیں

یہ کیا بات ہوئی کہ معصوم اور بے گناہ عورتوں اور بچوں پر جو جنگی جرائم دوسرے کرتے تھے، تو انسانیت کے خلاف وہ جنگی جرائم محمد صاحب کے لیے بھی حلال ہو گئے؟

اگر مرد آپس میں لڑتے بھی تھے، تب بھی عورتوں اور بچوں کا کوئی قصور نہیں ہوتا تھا کہ انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنالیا جائے۔ (بلکہ مرد بھی نہیں لڑتے تھے اور محمد صاحب خود مالِ غنیمت کے لیے پرامن بستیوں پر بھی حملہ آور ہو جاتے تھے)

انسانیت ایسے کسی قانون کو نہیں مانتی کہ جہاں مردوں کے کیے گئے کسی جرم کی سزا عورتوں اور چھوٹے بچوں کو دی جائے۔

یورپی اقوام نے انیسویں صدی میں تمام اسلامی ممالک کو فتح کر لیا تھا، مگر انہوں نے مسلمان عورتوں کا ریپ نہیں کیا۔ اس طرح آپ کی دادیاں نانیاں ریپ سے بچ گئیں۔ دعا دیجئے مغربی اقوام کی عوام کو کہ جس نے انسانیت کے نام پر ان جنگی جرائم کا پہلے سے خاتمہ کر دیا تھا، اور اپنی فوجوں پر پابندی لگائی کہ وہ محمد صاحب کی طرح قیدی عورتوں کا ریپ نہ کریں۔

پی ایس:

یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تمام اقوام قیدی عورتوں کا ریپ کرتی تھیں۔ یہود و نصاریٰ میں قیدی عورت سے باقاعدہ شادی کر کے اسے آزاد بیوی جیسا مرتبہ دینا ہوتا تھا۔ (بائبل، کتاب الاستثنا، باب 21)

مسلم دعویٰ: غلام کو بلاوجہ تھپڑ مارنے پر اسے آزاد کرنا پڑتا ہے

اسلام عذر خواہ یہ روایت پیش کرتے ہیں۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان (لنک):

ابو عوانہ نے فراس سے، انہوں نے ابو صالح ذکوان سے اور انہوں نے ابو عمر زاذان سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عمرؓ کے ہاں آیا جبکہ انہوں نے ایک غلام کو آزاد کیا تھا۔ کہا: انہوں نے زمین سے لکڑی یا کوئی چیز پکڑی اور کہا: اس میں اتنا بھی اجر نہیں جو اس کے برابر ہو اس کے سوا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: "جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا اسے زد و کوب کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے"

یہاں غلام آزاد کرنے کی Recommendation ہے، جیسا کہ امام بخاری نے اس سے اپنی کتاب الادب المفرد میں یہ حدیث نقل کی ہے اور یہ عنوان دے کر واضح کیا ہے: "جو اپنے غلام کو تھپڑ مارے، اسے وہ آزاد کر دے، اگرچہ کہ آزاد کرنا لازم نہیں"۔ (حوالہ: امام بخاری، کتاب الادب، عنوان نمبر

(93)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں (لنک عربی، لنک اردو)

قوله صلى الله عليه وسلم: من لطم مملوكه او ضربه كفارة ان يعتقه قال العلماء: في هذا الحديث الفرق بالماليك، وحسن محبتهم وكف الاذى عنهم، وكذلك في الأحاديث بعده، وإجماع المسلمون على أن عتقه بهذا ليس واجبا، وإنما هو مندوب رجاء كفارة ذنبه، فيه إزالة إثم ظلمه. ومما استدلوا به لعدم وجوب إعتاقه: حديث سويد بن مقرن بعده: إن النبي صلى الله عليه وسلم أمرهم حين لطم أحدهم خادمهم يعتقها، قالوا: ليس لنا خادم غيرها، قال: فليستخذموا، فإذا استغنوا عنها فليحلوا سبيلها، قال القاضي عياض: وإجماع العلماء إنه لا يجب إعتاق العبد شيء مما يفعله به مولاه مثل هذا الأمر الخفيف ترجمه:

علماء نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ کہ (جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا اسے زد و کوب کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے) دراصل اپنے مملوک کے حق میں نرمی کرنے اور ان کے ساتھ حلم و مروت کا معاملہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اور یہی بات بعد میں دوسری حدیثوں میں بیان ہوئی ہے جس پر مسلمانوں کا "اجماع" ہے کہ غلاموں کو اس بنیاد پر آزاد کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ یہ آزاد کرنا اس امید پر ہے کہ ناحق مارنے کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ اور آزاد کرنے کے عدم وجوب کی دلیل یہ حدیث ہے (حدیث سويد بن مقرن بعده: إن النبي صلى الله عليه وسلم أمرهم حين لطم أحدهم خادمهم يعتقها، قالوا: ليس لنا خادم غيرها، قال: فليستخذموا، فإذا استغنوا عنها فليحلوا سبيلها) قاضی عیاض کہتے ہیں: اس پر علماء کا "اجماع" ہے کہ مالک کے اس خفیف عمل (تھپڑ مارنے) پر غلام کو آزاد کرنا واجب نہیں ہے۔

پھر دیگر احادیث میں غلاموں کی پٹائی کا ذکر موجود ہے۔

سنن ابوداؤد، کتاب، پائی کا بیان (لنک):

وَلَا تَقْرُبْ ظَعِينَتَكَ كَقَرْبِكَ ابْنَتِكَ
ترجمہ:

اپنی بیوی کو ایسے نہ مارو جیسا کہ باندیوں کو مارتے ہو۔

بلکہ بیویوں کے معاملے میں بھی مسلمانوں نے یہ دعویٰ کیا کہ بیویوں کو صرف مسواک سے ہلکی مار لگانے کی اجازت ہے۔ جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ہلکی مار زیادہ سے زیادہ صرف ایک

Recommendation ہے، مگر شریعت کے قوانین کے مطابق شوہر چاہے تو مار مار کر بیوی کو ادھیڑ کر رکھ دے، مگر پھر بھی بیوی کچھ نہیں کر سکتی، حتیٰ کہ اس بنیاد پر طلاق بھی نہیں لے سکتی۔ مثلاً:

سنن ابوداؤد، کتاب النکاح (لنک):

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يُنْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهُ".

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”آدمی سے اپنی بیوی کو مارنے کے تعلق سے پوچھنا چھ نہ ہوگی“

خلاصہ حکم المحدث: سکتا عنہ [وقد قال في رسالته تأمل كل ماسكت عنه فهو صالح]

امام ابوداؤد نے اس روایت پر سکوت اختیار کیا ہے اور اہل مکتہ کے مطابق جس روایت پر امام ابوداؤد سکوت اختیار کریں تو وہ ان کے نزدیک صالح روایت ہے۔

ابن حجر العسقلانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (لنک): "والحديث صحيح كما قاله ابن حجر في "تنبیه الأخیار" الفتوحات الربانية 7/140".

یہ روایت عین حقیقت ہے۔ اسلام کے اندر مرد کو پوری اجازت ہے کہ وہ نافرمانی کے نام پر ہر معاملے میں عورت کی پٹائی کر سکتا ہے۔ اور یہ پٹائی اس حد تک زیادہ ہو سکتی ہے جیسے کہ اونٹ جیسے جانوروں کو مارنا، مگر پھر بھی کسی عدالت یا قاضی کو اس پر شوہر سے پوچھنا چھ کی اجازت نہیں۔

صحیح بخاری، کتاب الادب (لنک):

وَقَالَ: بِمَنْ يَضْرِبُ اخُذْ كُمْ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْفَحْلِ أَوْ الْعَبْدِ ثُمَّ لَعَلَّيْ عَائِفُهَا".

ترجمہ:

آپ صلعم نے فرمایا کہ تم میں سے کس طرح ایک شخص اپنی بیوی کو زور سے مارتا ہے جیسے اونٹ، اور پھر شام کو پھر اسی سے ہم بستری کرتا ہے۔

چنانچہ محمد نے یہاں پر زیادہ سے زیادہ recommendation دی ہے کہ شوہر عورتوں کو جانوروں کی طرح نہ مارے، مگر شوہر کے لیے یہ چیز binding نہیں اور وہ اسے سے زیادہ پٹائی کرے تب بھی اس کے خلاف کوئی لیگل کاروائی نہیں کی جاسکتی۔

یعنی کہ حیوری بھی مرد ہے، اور executioner بھی مرد ہے، اور وہ بیوی کو چاہے جانوروں کی طرح مار لے، مگر عورت اپنے شوہر کو کسی عدالت میں پیش نہیں کر سکتی اور کوئی حاکم کوئی قاضی مرد سے اس معاملے میں پوچھنا چھ نہیں کر سکتا۔

-- (نبی نے فاطمہ بن قیس کو کہا) رہا ابو جہم تو وہ عورتوں کو بہت مارنے والا مرد ہے
(چنانچہ وہ اس سے شادی نہ کریں)۔

صحیح بخاری، کتاب اللباس (لنک):

عکرمہ نے رفاعہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ پھر
ان سے عبدالرحمن بن زبیر قرظی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا۔ عائشہ نے بیان کیا
کہ وہ خاتون سبز اوڑھنی اورڑھے ہوئے تھیں، انہوں نے عائشہ سے (اپنے شوہر کی)
شکایت کی اور اپنے جسم پر سبز نشانات (چوٹ کے) دکھائے پھر جب رسول اللہ
تشریف لائے تو (جیسا کہ عادت ہے) کہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتی
ہیں۔ عائشہ نے (نبی سے) کہا کہ میں نے کسی عورت کا اتنا بُرا حال نہیں دیکھا جتنا کہ
ایمان والی عورتوں کا ہوتا ہے (نوٹ: یہاں اردو ترجمہ تحریف شدہ ہے۔ دیکھئے اس
لنک پر صحیح انگریزی ترجمہ) ان کا جسم چوٹ کھا کر ان کے کپڑے سے بھی زیادہ سبز ہو
گیا ہے۔ بیان کیا کہ ان کے شوہر نے بھی سن لیا تھا کہ (ان کی) بیوی نبی کے پاس گئی
ہے چنانچہ وہ بھی آگئے اور ان کے ساتھ ان کے دو بچے ان سے پہلی بیوی کے تھے۔ ان
کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے ان سے کوئی اور شکایت نہیں البتہ ان کے ساتھ اس
سے زیادہ اور کچھ نہیں جس سے میرا کچھ نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے کپڑے کا پلو پکڑ کر
اشارہ کیا (یعنی ان کے شوہر جنسی طور پر کمزور ہیں) اس پر ان کے شوہر نے کہا: یا رسول
اللہ! واللہ یہ جھوٹ بولتی ہے میں تو اس کو (جماع کے وقت) چڑے کی طرح ادھیر کر
رکھ دیتا ہوں مگر یہ شریہ ہے، یہ مجھے پسند نہیں کرتی اور رفاعہ کے یہاں دوبارہ جانا
چاہتی ہے۔ نبی نے اس پر فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو تمہارے لیے وہ (یعنی پہلا شوہر)
اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک یہ (عبدالرحمن دوسرے شوہر) تمہارا امزانہ پکھ
لیں۔

ایک اور جھوٹا مسلمہ پروپیگنڈہ یہ ہے کہ شوہر صرف بے حیائی کے معاملے میں بیوی کی پٹائی کر سکتا ہے۔
مگر یہ غلط ہے۔ یہاں جامعہ بنوریہ کا فتویٰ دیکھیے (لنک) جس کے مطابق شوہر ہر معاملے میں بیوی کی پٹائی
کر سکتا ہے، مثلاً:

• شوہر کی جنسی خواہش ٹھیک طریقے سے پوری نہ کرنا۔

• اس کے کہنے کے باوجود زینت نہ کرنا۔

• اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا،

• اس سے ادب سے پیش نہ آنا، یا اسے برا بھلا کہنا۔

• خود سے ماں باپ کے گھر ایک دن یا ایک گھنٹہ زیادہ ٹھہر جانا،

• شوہر کی اجازت کے بغیر خاندان کی کسی اور عورت یا رشتے دار کو گھر میں داخل ہونے دینا،

• بچوں کی دیکھ بھال شوہر کے بتائے گئے طریقے سے نہ کرنا

وغیرہ وغیرہ۔ یعنی کہ تقریباً ہر معاملے میں ہی شوہر بیوی پر نافرمانی کا الزام لگا کر اس کی ٹھکانی شروع کر سکتا ہے، اور بیوی کو عدالت یا قاضی یا حاکم کوئی اس ٹھکانی سے نہیں بچا سکتا۔

اور پھر یہ صحیح روایت دیکھئے جو صاف طور پر غلاموں کو مارنے کے متعلق ہے۔

سنن ابو داؤد، کتاب المناسک (نک):

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو نکلے، جب ہم مقام عرج میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے، ہم بھی اترے، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں، اور میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھی۔ اس سفر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے سامان اٹھانے کا اونٹ ایک ہی تھا جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے پاس تھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ اس انتظار میں بیٹھے کہ وہ غلام آئے جب وہ آیا تو اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا، انہوں نے پوچھا: تیرا اونٹ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کل رات وہ گم ہو گیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے: ایک ہی اونٹ تھا اور وہ بھی تو نے گم کر دیا، پھر وہ اسے مارنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے اور فرما رہے تھے: ”دیکھو اس محرم کو کیا کر رہا ہے؟“ (ابن ابی رزمہ نے کہا) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ کچھ نہیں فرما رہے تھے کہ دیکھو اس محرم کو کیا کر رہا ہے اور آپ مسکرا رہے تھے۔“

چنانچہ یہ روایت صاف طور پر اس روایت کا انکار کر رہی ہے کہ ایک تھپڑ مار دینے پر بھی غلام آزاد کرنا ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پہلے تھپڑ پر ہی محمد صاحب اس غلام کو آزاد کرنے کا حکم دے دیتے۔

یاد رہے کہ ابو بکر غلام کی یہ پٹائی عام حالات میں نہیں، بلکہ حج میں احرام کی حالت میں کر رہے تھے۔

اور محمد صاحب اس غلام کو آزاد تو کیا کرتے، انہیں تو اس غلام کی پٹائی سے زیادہ ابو بکر صاحب کے احرام کی فکر تھی اور "مسکرا" کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو ابو بکر احرام کی حالت میں کیا کر رہے ہیں۔

اسی طرح اسلام میں اگر مالک مار مار کر اپنے غلام کو قتل تک کر ڈالے، تب بھی مالک کو سرے سے کوئی سزا تک نہیں ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ میں ہے (لنک):

ولا یقتل الرجل بعبدہ ولا مدبرہ ولا مکاتبہ ولا بعد ولدہ
ترجمہ: آزاد مرد کو اپنے غلام کو قتل کرنے کے جرم میں جواباً قتل نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی مدبر غلام کو قتل کرنے پر اور نہ ہی مکاتب غلام کے قتل کرنے پر۔

بقیہ تین آئمہ حنبلی، مالکی اور شافعی کے نزدیک صرف مالک ہی نہیں، بلکہ اگر کوئی دوسرا آزاد مسلمان بھی کسی دوسرے کے غلام کو مار مار کر قتل کر دے، تب بھی اس آزاد مسلمان سے قصاص نہیں لیا جاسکتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف آدھی دیت لی جاسکتی ہے۔

امام القرطبی نے اپنی مشہور تفسیر (آیت 2: 178) کے ذیل میں اس سلسلے میں فقہاء کی آراء کو جمع کر دیا ہے (لنک):

والجمہور من العلماء لا یقتلون الحر بالعبد، للتنويع والتقسيم فی الآیۃ. وقال ابو ثور: لما اتفق جمیع علی انہ لا قصاص بین العبد والاحرار فیما دون النفوس کانت النفوس احرى بذلک...
ترجمہ: اور جمہور علماء کا موقف ہے کہ آزاد مسلمان کو کسی بھی غلام کے قتل کرنے کے جواب میں ہرگز قتل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اوپر موجود آیت میں ان آزاد اور غلام کی تقسیم یوں کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابو ثور نے کہا: اور علماء کی اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ غلاموں اور آزاد مردوں کے درمیان کوئی قصاص نہیں ہے کیونکہ غلام رتبے میں آزاد مردوں سے کم ہیں۔۔۔

اور امام عبد اللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے)، وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

ولا یقتل حر بعبد ویقتل بہ العبد ولا یقتل مسلم بکافر ویقتل بہ الکافر ولا قصاص بین حر و عبد فی جرح ولا بین مسلم وکافر۔۔۔ ومن قتل عبدا فعليه قيمته

ترجمہ: ایک آزمرد کو ایک غلام کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص کو قتل کر دے تو غلام کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر آزاد شخص نے مار مار کر کسی غلام کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر کوئی تلافی نہیں۔ اسی طرح آزاد شخص نے کسی کافر کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر بھی کوئی تلافی نہیں۔۔۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کے غلام کو قتل کر دیا ہے تو صرف اس غلام کی قیمت ادا کی جائے گی۔

اور امام شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں (لنک):

وَكذلك لا يقتل الرجل الحر بال عبد بحال، ولو قتل حر ذمي عبد مؤمن لم يقتل به۔
ترجمہ: اور کوئی آزاد شخص ایک غلام کو قتل کرنے پر کسی بھی صورت قتل نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر ایک آزاد کافر ذمی بھی ایک مسلمان غلام کو قتل کر دے تو تب بھی اس ذمی کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

اور فقہ کی کلاسیکل کتاب 'عمدة السالك وعدة الناسك' میں درج ہے (لنک):

ولا تجب الدية لقتل الحر بالحر والمرتد ومن وجب رجمه بالبينّة او تحتم قتله في المحاربة ولا على السيد بقتل عبده۔
ترجمہ: اگر کسی حربی شخص (ایسی قوم کا شخص جن کی مسلمانوں سے دشمنی ہے) کو قتل کر دیا ہے تو اس پر دیت کی رقم ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور مرتد کے قتل پر بھی دیت نہیں، اور پتھروں سے رجم ہونے والے کی بھی دیت نہیں، اور اسکی بھی دیت نہیں جسے جنگ کے دوران قتل کرنا لازمی تھا، اور ایک مالک پر اپنے غلام کو قتل کر دینے پر بھی کوئی دیت نہیں۔

مسلم دعویٰ: مشرک (غیر کتابیہ) باندی سے مالک سیکس نہیں کر سکتا

آج کے مسلمان مسلسل یہ دعویٰ کرتے نظر آ رہے ہیں کہ مالک اپنی مشرک (غیر اہل کتاب) باندی سے سیکس نہیں کر سکتا۔ یہ مسلمان سچائی کو چھپا رہے ہیں۔ ذیل کی روایت دیکھئے جو صاف صاف مشرک باندی سے مالک کا سیکس قرآن کی رو سے حلال کر رہی ہے۔

صحیح مسلم کتاب الرضاع (لنک):

باب جَوَازِ وَطْءِ الْمُسَيَّبَةِ بَعْدَ الْأَسْتِمْرَاءِ وَإِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ نَفَّحَ نِكَاحًا بِالسَّيِّئِ

Chapter: It is permissible to have intercourse with a female captive after it is established that she is not pregnant, and if she has a husband, then her marriage is annulled when she is captured

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا أَفْقَاتُلُوهُمْ فَظَفَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا أَلْثَمَ سَبَايَا فَكَانَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غَشْيَانَهُنَّ مِنْ رَجُلٍ إِزْوَاجَهُنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ { وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمَانُكُمْ } أَيُّ فُسْنٍ لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ .

Abu Sa'id al-Khudri (Allah her pleased with him) reported that at the Battle of Hanain Allah's Messenger sent an army to Autas and encountered the enemy and fought with them. Having overcome them and taken them captives, the Companions of Allah's Messenger (may peace be upon him) seemed to refrain from having intercourse with captive women **because of their husbands being polytheists**. Then Allah, Most High, sent down regarding that: "And women already married, except those whom your right hands possess (iv. 24)" **(i. e. they were lawful for them when their 'Idda period came to an end, even if they were polytheists themselves)**.

اوطاس کے رہنے والے مشرک تھے، اور ان کی بیویاں بھی۔ مگر قرآن کھل کر مسلمانوں کو کہہ رہا ہے کہ ان کی مشرک عورتوں (خواہ ان کے مشرک شوہر زندہ ہی کیوں نہ ہوں) کا ریپ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ان کے مالک ہیں۔
اس کے متعلق مزید یہاں پڑھئے۔

مسلم دعویٰ: ابن تیمیہ کے مطابق کنیز باندی کو بھی حجاب کرنا تھا

پہلے ابن تیمیہ اقرار کرتا ہے کہ باندی کے لیے حجاب نہیں تھا اور ابن خطاب ایسے باندیوں کو مارتے تھے جو کہ غلطی سے بھی حجاب لے لیتی تھیں۔

Imam Ibn Taymiyyah [said](#) in his "Majmoo' al fatawa" that:

والحجاب مختص بالحرائر دون الإماء كما كانت سنة المؤمنين في زمن النبي صلى الله عليه وسلم وخلفائه إن الحرّة تحتجب والامة تبرز وكان عمر رضي الله عنه إذا رأى ابنة محتمة ضربها وقال
إتشبهين بالحرائر إكاع فيظن من الامة راسها ويدها ووجهها

"Hijab is exclusive to free women; its not for slaves. Its similar to what was the practice of the faithful followers in the time of the Prophet and those who came after him, that a free women veils while the slave woman reveals. When Umar saw a slave girl wearing a veil, he hit her and said, 'Do you want to resemble a free woman, you fool?'. Its allowed for a slave girl to show her head, hands and face"

یہاں بھی ابن تیمیہ ڈنڈی مار گیا ہے جب وہ کہہ رہا ہے کہ باندی کے لیے اجازت تھی کہ وہ سر، ہاتھ اور چہرہ دکھاسکے۔ اصل سچائی یہ ہے کہ باندی کے سینے بھی اسلام میں اور پیغمبر کے دور میں ننگے تھے۔ آگے ابن تیمیہ پھر یہ بہانہ پیش کرتا ہے۔

وليس في الكتاب والسنة إباحة النظر إلى عادة الإماء ولا ترك احتجابهن وإبداء زينتهن ولكن القرآن لم يأمرهن بمإامر الحرائر والسنة فرقت بالفعل بينهن وبين الحرائر ولم تفرق بينهن وبين الحرائر بلفظ عام بل كانت عادة المؤمنين إن تحتجب منهم الحرائر دون الإماء واستثنى القرآن من النساء الحرائر القواعد فلم يجعل عليهن احتجابا واستثنى بعض الرجال وهم غير أولي الإربة فلم يمنع من إبداء الزينة الخفية لهم لعدم الشوة في هؤلاء وهؤلاء فأن يستثنى بعض الإماء أولي وإحرى وهن من كانت الشوة والقننة حاصلة بترك احتجابها وإبداء زينتها

There is no permission in the Book [Qur'an] or the Sunnah that allows looking at the slave women, nor for them to not observe hijāb, or to show their adornment. The Qur'an does not order slave women to observe the same rules [pertaining to hijāb] as was the order to free women. The distinction is made in the Sunnah, but it is not a general distinction. It was the habit that free women —except as exempted in the Qur'an for free

women of post-menstrual age who have no desire for marriage and for a list of males— do not show their adornment. Slave women who could be a cause of temptation or tribulation —as a result of not observing hijāb or hiding their adornment— should be most worthy and most encouraged to be exempt from the permissibility to not observe hijāb.

باندی عورت کی خوبصورتی کے نام پر ان کو پردہ کروانے کا بہانہ ابن تیمیہ نے اپنی طرف سے گھڑا ہے، اور قرآن اور سنت اور صحابہ اور تابعین کے دور کا کوئی ایک واقعہ بھی موجود نہیں ہے کہ کسی خوبصورت باندی کو جلباب (چادر) لینے کی اجازت دی گئی ہو۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ محمد اور صحابہ اور تابعین کے پورے ادوار میں کیا کوئی ایک خوبصورت باندی بھی موجود نہ تھی کہ جسے پردہ کروایا جاتا؟

نیز ابن تیمیہ جو کہہ رہا ہے کہ قرآن نے آزاد مسلمان عورت اور باندی عورت کے پردے میں تخصیص نہیں کی ہے، تو یہ بالکل غلط ہے۔ خود قرآن نے آیت 33:59 میں کھل کر یہ تخصیص کی ہے اور باندی کے پردہ نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لوگ پہچان سکیں کہ آزاد عورت کون ہے اور باندی عورت کون ہے۔ اوپر ہم نے اس آیت پر تفصیلی بحث کی ہے، اسے دیکھ لیجئے۔

پھر ابن تیمیہ ایک اور بہانہ پیش کرتا ہے (لنک):

إِنَّ الْإِمَاءَ فِي عَهْدِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَإِنْ كُنَّ لَا يَحْتَجِبْنَ كَالْحُرِّاتِ؛ فَإِنَّ الْقِتْنَةَ بَيْنَهُنَّ
إِقْلٌ، فَمَنْ يَشِبُّهُنَّ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَآيِرْجُونِ نِكَاحًا، قَالَ تَعَالَى فَيَسْ
عَلَيْنَهُنَّ جُنَاحٌ إِنْ بَضَعْنَ شَيْئًا بَيْنَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ (النور: من الآية 60)، يقول: وإِما
الْإِمَاءُ التَّرَكِّيَّاتُ الْحَسَنُ الْوَجُوهُ، فَمَذَا لَا يُمْكِنُ إِدْرَاجُهُنَّ كَالْإِمَاءِ فِي عَهْدِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَالسَّلَامُ، وَيَجِبُ عَلَيْهِنَّ أَنْ تَسْتَرْنَ كُلَّ بَدَنِهَا عَنِ النَّظَرِ،

ترجمہ:

رسول کے زمانے میں باندی عورتیں آزاد مسلمان عورتوں کی طرح حجاب نہیں کرتی تھیں، کیونکہ ان کے فتنے پھیلانے کا خدشہ کم تھا اور ان کے قواعد ان عورتوں کی طرح تھے کہ جنہیں نکاح کی حاجت نہ ہو جیسا کہ قرآن میں ہے (النور، آیت 60: اور وہ بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں)۔ لیکن جہاں تک حسین ترک باندیوں کا تعلق ہے، تو ان کے متعلق وہ نہیں کیا جاسکتا جو کہ رسول اللہ کے زمانے میں

باندیوں کے ساتھ کیا جاتا تھا، اور ان (حسین ترک باندیوں) کو اپنا پورا جسم ڈھانپنا ہوگا اور اپنے آپ کو تمام مردوں کی نظروں سے بچانا ہوگا۔

ابن تیمیہ کا یہ آرگومنٹ اتنا بوگس ہے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔

کیا ابن تیمیہ کے نزدیک عرب میں کوئی حسین اور جوان باندی ہی نہیں ہوتی تھی کہ جس پر رسول کے زمانے کے لوگوں کا دل آتا ہو؟

اور کس بنیاد پر ابن تیمیہ کہہ رہا ہے کہ رسول کے 700 سال بعد اس کے دور کی ترکی باندیوں کو حسین ہونے کی وجہ سے مکمل پردہ کرنا ہوگا، مگر پچھلے 700 میں عرب اور ایرانی باندیوں نے پردہ اس لیے نہیں کیا کہ وہ حسین نہیں تھیں، یا ان کا فتنہ کم تھا اور یا ان کی حالت بوڑھی عورتوں کی طرح تھی کہ جنہیں نکاح کی حاجت نہیں ہوتی؟

ابن تیمیہ کی ہی طرح بعد میں ابن قطان اور ابن قدامہ نے بھی اسلام میں باندیوں کے ننگے پن کا انکار کرنا چاہا، مگر ان کے پیش کردہ دعوے ابن تیمیہ کی ہی طرح مکمل طور پر بوگس اور بغیر کسی ثبوت کے تھے۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے غلاموں کو انسانی حقوق دیے

غلام کو کھانا کھلا دینا غلاموں کو انسانی حقوق دینے میں نہیں آتا۔ وہ تو انسان گھر کے پالتو جانوروں کو بھی کھانا کھلانے وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

جبکہ بنیادی انسانی حقوق وہ ہوتے ہیں جو سب انسانوں کو برابری کے درجے پر رکھ کر دیے جاتے ہیں۔

سچائی یہ ہے کہ اسلام نے غلاموں اور باندی عورتوں کو ان کے انسانی حقوق نہیں دیے، بلکہ ان کے "بنیادی انسانی حقوق" کو سلب کر کے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ یہ ایک طویل فہرست ہے کہ جہاں جہاں اسلام غلام اور باندیوں کے بنیادی انسانی حقوق سلب کر رہا ہے۔

پیغام:

یاد رکھیں کہ آسمانی اللہ کا نظام 100٪ پرفیکٹ اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔ اگر اللہ آپ کو ایک جگہ بھی انسانیت کے ساتھ نا انصافی کرتا نظر آ جاتا ہے، تو پھر پورے کے پورے 100٪ اسلام کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔ ایسی کسی بھی اللہ نامی شے کو خدا تسلیم نہیں کیا جاتا جو کسی ایک مسئلے میں بھی

نا انصافی، ظلم اور نا اہلی دکھاتا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا اللہ تو ان لاکھوں کڑوڑوں باندیوں پر پچھلے 1400 سالوں سے جاری اس ظلم اور نا انصافی کا قصور وار ہے۔

شروع میں ہی آپ سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ دین کی ناموس کی خاطر کہیں آپ اس فریاد کرتی انسانیت کا ہاتھ تو نہیں جھٹک دیں گے؟

یہ آپ کے اندر جاری انسانیت اور مذہب کی جنگ ہے

ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنہوں نے اس جنگ میں اپنے اندر کی انسانیت کا گلا گھونٹ کر اسے موت کے گھاٹ اتار ڈالا

... مگر آپ ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیے گا،

بلکہ سسکتی ہوئی اس انسانیت کو گلے لگا لیجئے گا،

اس لڑکھڑاتی انسانیت کا ہاتھ تھام کر اسے سہارا دیجئے گا،

اور پھر اپنے آنسوؤں سے اس کے زخموں کو دھو ڈالیے گا